واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا
اور سب کے سب اللہ کے عہد کو مضبوط پکڑلو اور تفرقہ نہ کرو
(آل عمران ۱۰۳)

ایمارجل قال لاخیہ یا کافر فقد باء بھا احد ھما
جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہے وہ کفران دونوں میں سے ایک پر پڑتا ہے
(حدیث متفق علیہ)

تحفّظ ختم نبوّت کا حقیقی داعی واحمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا کا ترجمان

ماہنامہ

# چودھویں صدی

مدیر
ممتاز عالم

میں علیٰ روؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا نہ نیا۔ (فرمان مجدد صد چہاردھم)

مدیر اعزازی
عبدالغفار


فی شمارہ ۱۰ روپے
سالانہ چندہ۔۱۰۰ روپے بیرون ملک ۱۰ پونڈ۔ ڈالر امریکن ۱۲ ڈالر

| جلد نمبر۔۲ | اگست ر ستمبر ۲۰۰۱ء مطابق جمادی الاوّل، جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ | شمارہ نمبر ۶، ۷ |
|---|---|---|


## اس شمارے میں


۱۔ اداریہ ---------- ۱
۲۔ چودھویں صدی ھجری حقائق کی روشنی میں ---------- ۲
۳۔ فرائض اسلام میں نماز کی اہمیت (دیگر متعلقہ احکام ومسائل) ---------- ۷
۴۔ آخری زمانہ میں دجّال صفت قوموں کے خروج کے متعلق رسول اکرم کی پیشگوئیاں ---------- ۹
۵۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ علماء اور دانشوروں کی نظر میں ---------- ۱۴
۶۔ تحریک احمدیت کا صحیح مفہوم ---------- ۱۶
۷۔ حضرت نبی کریم صلعم کے آداب ملاقات ---------- ۱۹
۸۔ خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیرت طیبہ کی ایک جھلک ---------- ۲۰
۹۔ حدیث نبوی "ویفیض المال حتی لایقبلہ احد" کی تشریح حضرت مرزا غلام احمد کی زبانی ---------- ۲۳



www.aaiil.org

# دس شرائط بیعت

## (تحریر فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام)

**اوّل:۔** بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

**دوم:۔** یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت اُن کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

**سوم:۔** یہ کہ بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو ہر روز اپنا وِرد بنائے گا۔

**چہارم:۔** یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

**پنجم:۔** یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عسر اور یسر اور نعمت اور بلاء میں خُدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضاء ہوگا۔ اور ہر ایک ذلت اور دُکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مُصیبت کے وارد ہونے پر مُنہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

**ششم:۔** یہ کہ اتباعِ رسم اور متابعتِ ہوا وہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے پر قبول کرے گا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنی ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

**ہفتم:۔** یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خُلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

**ہشتم:۔** یہ کہ دین کی عزّت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزّت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

**نہم:۔** یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض لِلّٰہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خُداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

**دہم:۔** یہ کہ اس عاجز سے عقدِ اُخوت محض لِلّٰہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اُس پر تاوقتِ مرگ قائم رہے گا اور اِس عقدِ اُخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دُنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو

□□

# اداریہ

**قارئین! السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ'**

اہل دنیا میں سے اکثر وہ ہیں جنہیں کسی بھی معاملہ کو انصاف اور تحقیق کی نظر سے دیکھنے کی عادت نہیں ہوتی ہے ایسے لوگ جب کسی خدا کے نبی ورسول یا ماموروِمجدّد کو پرکھنے کے لئے اُٹھتے ہیں تو ان میں سے ہر ایک اپنی رائے اور خواہش نفس کو سامنے رکھ کر یہی آواز اُٹھایا کرتا ہے کہ اس شخص نے یہ نہیں کیا اور وہ نہیں کیا۔ اور کبھی اس بات پر نظر نہیں ڈالتے کہ اس شخص نے کیا کیا۔ اور جو کچھ کیا آیا وہ اس معیار پر صحیح اُترتا ہے جو خدا کے ماموروں اور فرستادوں کی خدمات دینیہ کے متعلق قرآن کریم یا تاریخ عالم میں ہمیں نظر آتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو اسے ہمیں بغیر چون وچرا کے قبول کر لینا چاہیئے ورنہ اس طرح تو کسی صحیح فیصلہ پر انسان اپنی پوری زندگی میں نہیں پہنچ سکتا۔ ہر ایک انسان کی خواہش نفس جدا ہوتی ہے۔ اگر خدا کی طرف سے آنے والا ایک شخص کی خواہش نفس کے مطابق کام کرے گا تو دوسرے کی خواہش نفس کے وہ خلاف ٹھیریگا۔ اور اعتراض وہیں کا وہیں قائم رہے گا۔ پس حقیقت الامر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کو کسی عظیم الشان منصب اصلاح وتجدید پر کھڑا کرتا ہے تو اس کے لئے لائحہ عمل اور اس کے کام کا نصب العین بھی وہ خود تجویز کرتا ہے۔ خواہ وہ لوگوں کے خواہشاتِ نفس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے **افکلّما جاء کم رسولٌ بما لا تھویٰ انفسکم استکبر تم ج ففر یقاً کذّ بتم و فریقاً تقتلون**o (البقرہ) جب جب تمہارے پاس کوئی خدا کا بھیجا ہوا تمہاری خواہشات کے خلاف باتیں لے کر آیا تو تم نے تکبر کیا۔ پھر بعض کی تم نے تکذیب کی اور بعض کو قتل کرنے لگے۔ یعنی انسان کا تکبر اسے اس بات پر آمادہ کردیتا ہے کہ اگرچہ آنے والا خدا کی طرف سے ہی مامور کیوں نہ ہو لیکن اس کا کام اور نصب العین تجویز کرنے والا متکبر انسان اپنے آپ کو سمجھتا ہے۔ وہ خدا کا حق چھین کر خود لے لیتا ہے۔ اور اگر ایسا نہیں ہوگا تو وہ اس کا انکار کرے گا۔ اُسے جھٹلائے گا۔ اُسے قتل کرنے کے درپے ہوجائے گا۔ ہمیشہ سے اسی طرح ہوتا چلا آیا ہے۔ اور یہ تشابہ کچھ اس طرح بڑھا ہوا ہے کہ جناب الٰہی قرآن کریم میں ان مکذبوں کی نسبت فرماتا ہے اتوا صوا بہ کیا یہ ایک دوسرے کو وصیت کرتے چلے آتے ہیں۔ یہ ایک لطیف طرز بیان ہے۔ ہر زمانہ میں مکذبین کا ایک ہی طریق سے جھٹلانا ایسا ظاہر کرتا ہے کہ گویا یہ ایک دوسرے کو وصیت کرتے چلے آئے ہیں کہ بس جھٹلانے کا یہی ایک طریق ہے تو حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمتہ اللہ علیہ کے منصب مجدّدیت پر خدا کی طرف سے کھڑے ہونے پر ان کو جھٹلانے کا طریق دوسرا کیسے ہوسکتا تھا۔ چنانچہ تاریخ نے وہی سب باتیں دُہرادیں جو سدا سے ہوتی چلی آئی تھیں۔ اور ایک عرصہ سے مسلمانوں کی زبردست قوت جو ان کی عالم گیر قوت کا لازمی نتیجہ تھی وہ اسی مخالفت میں پاش پاش ہورہی ہے آج امت مسلمہ کے محققین اور علماء حق کی خدمت میں دردِ دل سے التجا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کے بارے میں از سرِ نو تحقیق کریں اور کفر کے فتووں کا از سرِ نو جائزہ لیں کہ کہاں تک صحیح ہیں۔ بہر صورت تحقیق وانصاف کا دامن نہ چھوڑیں ورنہ تو دنیا میں کوئی ایسا بزرگ ومجدد اور ولی نہیں جس پر علماء وقت نے کفر کے فتوے نہ لگائے ہوں۔ بڑے افسوس کی بات کہ آج ایک طرف عیسائیت یہودیت اور صیہونیت ایک زبردست طاقت بن کر اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے لئے ایک پلیٹ فارم پر متحد ہیں اور دجّالی قوتوں نے ہر طرف سے مسلمانوں پر یلغار شروع کر رکھی ہے دوسری طرف مسلمان ابھی بھی مختلف گروہ اور فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ اور اُمّت مسلمہ کی حالت روز بروز زوال پذیر ہوتی جاری ہے اور اس کا کوئی پرسان حال نہیں کوئی اس کا فریاد سننے والا نہیں پوری دنیا خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے۔

اس پر آشوب اور پرفتن دور میں مسلمانوں کا ملی واسلامی فریضہ ہے کہ وہ انما المومنون اخوۃ کا مصداق بن کر ملّت اسلامیہ کی حفاظت کریں اور کفر کے فتووں سے بیزاری کا اظہار کریں جن سے مسلمان ٹکڑوں اور فرقوں میں تقسیم ہوگئے اور بھائی بھائی کا دشمن ہوگیا یہاں تک کہ ہمارے اوپر خدا کی طرف سے ایسی لعنت ہوئی ہے کہ آج ہماری طاقت متحد نہ رہ کر ختم ہوتی جارہی ہے اور دوسری اقوام ہمارے اوپر ہر طرف سے حملہ آور ہیں اور ہمارا کوئی یارومددگار نہیں۔

اس وقت مسلمانوں کو چاہئے کہ ساری نفرتوں کو مٹا کر ایک ہو جائیں اور امام الزمان کو پہچانیں اور لبیک کہتے ہوئے ان کی جماعت میں شامل ہوجائیں اسی میں فلاح دارین ہے۔ وماعلینا الا البلاغ

☆☆☆

# چودھویں صدی ہجری حقائق کی روشنی میں

چودھویں صدی ہجری کی اہمیت اور خصوصیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا یہی وہ صدی ہے جس میں بڑے بڑے مذہبی اور سیاسی انقلابات رونما ہوئے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں حیرت انگیز ایجادات ہوئیں۔ انسان نے چاند پر قدم رکھا۔ اور مریخ پر کمندیں ڈالیں۔ علوم وفنون کی ترقی نے قرآن کریم کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کردی۔ دنیا سمٹ کر ایک ہوگئی۔ ذرائع مواصلات نے تمام ملکوں اور شہروں کو ایک دوسرے سے ملادیا۔ پاکستان جیسی اسلامی سلطنت وجود میں آئی۔ مسلمانوں نے سامراجیت کے پنجہ استبداد سے مخلصی پائی۔ تیل کی دریافت نے مشرقِ وسطیٰ کو ایک قوت بنادیا کہ وہ اس کی بدولت بڑی بڑی طاقتوں کو آنکھیں دکھانے لگا اور مغرب کی اقتصادیات اور معیشت کی شاہ رگ پر اُس نے انگلی رکھ دی۔

یو۔ این۔ او۔ میں آخر نو آزاد مسلمان سلطنتیں ایک مضبوط بلاک بن کر ابھریں۔ ایران اور افغانستان میں ابھرنے والی تحریکوں کو اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کی تحریکیں کہا جانے لگا۔ ایک پاکستانی سائنس داں کو طبعیات کے میدان میں نوبل انعام ملا۔

اس صدی میں رونما ہونے والے واقعات کی اگر تفصیل بیان کی جائے تو ہزاروں صفحات پر پھیل جائے گی اسی صدی میں ایک مذہبی شخصیت حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کی بار بار دہرائی گئی احادیث کی روشنی میں اللہ تعالےٰ کے حکم کے تحت اس صدی کا مجدد اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا جو انکار کرنے والوں کو قابلِ قبول نہیں کیونکہ وہ قرآن کریم کے ان الفاظ کے مطابق "افکلما جاء کم رسولٌ بمالا تھویٰ انفسکم استکبرتم." ان کی خواہش اور تصور کے مطابق تشریف نہیں لائے۔ بعینہٖ اسی طرح جس طرح حضرت مسیح ابن مریم کا انکار کیا تھا کیونکہ آنے والے مسیح کے متعلق وہ اس غلط خیال میں مبتلا تھے کہ وہ آکر انہیں دنیا کی بادشاہت اور حکومت دلائے گا۔ لیکن انہوں نے یہ کہہ دیا کہ میں تو اللہ تعالےٰ کی حکومت قائم کرنے کے لئے آیا ہوں۔ وہ حضرت عیسیٰ کے آنے سے پہلے حضرت الیاس (ایلیا) کے آنے کے منتظر تھے لیکن حضرت مسیحؑ نے حضرت یحیٰؑ کے متعلق فرمایا "ایلیا جو آنے والا تھا یہی ہے جس کے سننے کے کان ہوں وہ سُن لے۔" (متی ۱۰۔۱۵۔۱۶)

یہ کتنی بڑی بات ہے کہ حضرت صاحب کے انکار نے اس صدی کی اظہر من الشمس خصوصیت اور آنحضرت صلعم کی احادیث کا ہی انکار کرادیا ہے۔

اس افسوسناک حقیقت کے باوجود چودھویں صدی ہر پڑھے لکھے اور مذہب سے دلچسپی رکھنے والے انسان کے سامنے ایک بہت بڑا سوالیہ نشان بن کر آرہی ہے۔ وہ سوال یہ ہے کہ کیا آنحضرت صلعم کی حدیث مجدد اور حدیث نزول مسیح غلط ہیں؟ اگر غلط نہیں اور سب کا اس پر اتفاق ہے تو اس چودھویں صدی کا مجدد کہاں گیا؟ اگر کوئی ہے تو وہ کہاں ہے اور کون ہے؟ کیونکہ اس سے پہلے تیرہ صدیوں میں مجدد گذر چکے ہیں اور ان کے دعاوی بھی موجود ہیں۔ اسی لئے بعض تحقیق پسند دوستوں کی طرف سے بار بار یہ سوال مختلف پیرایوں میں پوچھا جارہا ہے۔ لیکن انہیں کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا جاتا۔ اور محض ٹال مٹول سے کام لیا جاتا ہے۔ اس رویے سے طبائع میں مزید جستجو کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ جب یہ صدی گزر جائے گی اور اسی حدیث کے مطابق:-

"ان اللہ یبعث لھذہِ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا." کوئی خدا کا بندہ اللہ تعالیٰ سے رُوح القدس پاکر منصب مجددیت پر کھڑا ہوگا۔ تو یہ سوال اور نمایاں اور واضح ہوکر سامنے آئے گا کہ چودھویں صدی کیوں خالی چلی گئی؟ اور بہت ممکن ہے کہ اس وقت مخالفت اور انکار کرنے والے کفِ افسوس ملیں گے کہ ہم نے اپنا قیمتی وقت کیوں کھویا؟ کیوں نہ اس انسان کا ساتھ دے کر تبلیغ اسلام اور اشاعتِ قرآن کا کام کیا تا کہ قرآن اور سنت کا حسین امتزاج دنیا پر ظاہر ہوتا۔ اور وہ حضرت محمد حضرت ﷺ کے قدموں پر جن کے ذریعے امن وصلح کا یہ پیغام دنیا میں آیا جھک جاتی۔

ایک زندہ خدا کی جستجو اور تلاش انسان کی فطرت میں موجود ہے۔ اگر اس کے ذہن میں ایک مافوق البشر ہستی کا تصور نہ ہوتا تو وہ اجرام فلکی۔ پتھروں، دریاؤں، درختوں اور اپنے سے زیادہ طاقت ور انسانوں اور جانوروں کے سامنے کبھی سر نہ جھکاتا۔ ارضی اور سماوی آفات سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے انسانی قربانی نہ دیتا۔ کیونکہ یہ آفات بھی آنکھ سے اوجھل کسی ہستی کے غیظ وغضب کا نتیجہ سمجھی جاتی تھیں۔ وہ سمجھتا تھا کہ جس کے غیبی ہاتھ میں اس کائنات کا سارا کنٹرول ہے وہ کوئی بہت بڑی طاقت ہے لیکن اس کو ڈھونڈنے اور تلاش کرنے اور پانے کی راہیں اُسے دکھائی نہیں دیتی تھیں۔ اس لئے وہ سرگرداں اور پریشان تھا۔ اس کی جستجو، سرگردانی اور پریشانی کے

پیش نظر خود اُسی ہستی نے اس کی راہنمائی کے لئے ایک سلسلہ جاری فرمایا جسے مذہب کی زبان میں سلسلہ انبیاء کہا جاتا ہے۔ تا آنکہ حضرت محمد ﷺ تشریف لائے جو آخری نبی ہیں۔ جن کے بعد سلسلہ نبوت اختتام کو پہنچا۔

**لیکن**

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آپؐ کے بعد انسانوں کی رہنمائی کی ضرورت باقی نہیں رہی؟ اس کے متعلق قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

''کیا ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ تعالےٰ کے ذکر کے لئے نرم ہو جائیں اور اس کے لئے جو حق سے اُترا ہے اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر لمبا زمانہ گذر گیا تو اُن کے دل سخت ہو گئے۔ اور ان میں سے بہت سے نافرمان ہیں۔'' (الحدید:۱۶)

ظاہر ہے یہ حضرت موسےٰؑ کی قوم بنی اسرائیل ہے جن پر لمبا زمانہ گذرنے کی وجہ سے ان کے دل سخت ہو گئے۔ اور وہ نافرمان ہو گئے۔ ان کی قسی القلبی کا ذکر البقرہ ۔۷۴ اور الانعام ۔۴۳ میں بھی ہے۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ بنی اسرائیل پر لمبی مدت گزرنے کے بعد اُن کے دل سخت ہوتے گئے۔ اسی لئے حضرت موسےٰ کے بعد ان میں یکے بعد دیگرے نبی آئے۔ جس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہوتی ہے۔

**''ولقد اتینا موسٰی الکتب وقفینا من بعدہٖ بالرسل واٰتینا عیسٰی ابن مریم البینٰت وایدنٰہ بروح القدس.''**

اور یقیناً ہم نے موسےٰ کو کتاب دی اور اس کے بعد ہم نے پے در پے رسول بھیجے اور ہم نے مریم کے بیٹے کو کھلے دلائل دیئے اور روح القدس کے ساتھ اس کی تائید کی۔''

اگر حضرت موسیٰؑ کے بعد ان کی قوم توریت کی تعلیم پر قائم رہتی زمانے کے ساتھ ساتھ اُسے اپنی خواہش کے مطابق مسخ نہ کرتی اور اس میں کوئی تحریف اور تبدیلی نہ کرتی جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے۔ تو اسے دوبارہ اس تعلیم پر قائم رکھنے کے لئے اور اس کی غلطیوں کی اصلاح کے لئے پے در پے انبیاء بھیجنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ جب ایک نبی کے گذر جانے کے بعد لمبے عرصہ تک کوئی دوسرا نبی نہ آتا تو یہ قوم بگڑ جاتی۔ اس کا دل سخت ہو جاتا اور اس کی اصلاح کے لئے ایک دوسرے نبی کو بھیجنے کی ضرورت ہوتی۔ اس سلسلہ انبیاء کے آخر میں حضرت عیسیٰؑ تشریف لائے۔

آنحضرت ﷺ کو قرآن کریم مثیلِ موسیٰؑ کہتا ہے یہ مماثلت قرآنِ کریم کے ان الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے۔

**''انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کماارسلنا الی فرعون رسولاًo''**

ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا ہے جو تم پر گواہ ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا۔

اس لئے آنحضرت صلعم کے سلسلہ کو حضرت موسیٰؑ کے سلسلہ اور آپؐ کی قوم کو حضرت موسیٰؑ کی قوم سے مماثلت ہونی چاہئے آنحضرت صلعم کی احادیث کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

جہاں تک آپ کی قوم کا قوم بنی اسرائیل سے مماثلت کا تعلق ہے آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔

**''لیا تین علیٰ امتی ماا تی علیٰ بنی اسرائیل حذوالنسل حتیٰ ان کان منھم من اتی امه علانیة لکان فی امتی من یضع ذالک وان بنی اسرائیل تفرقت علیٰ ثنتین وسبعین ملة وتفترق امتی علیٰ ثلاث وسبعین ملة کلھم فی النار الاواحدة قالوا من ھی یارسول اللّٰه قال ماانا علیه واصحابی** (رواۃ بیہقی ابن عمر)

ترجمہ: امام بیہقی نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میری اُمت پر بھی بعینہٖ وہی واقع ہوگا جو بنی اسرائیل کے ساتھ ہوا۔ یہاں تک کہ اگر بنی اسرائیل میں سے کوئی اپنی ماں کے پاس گیا ہوتو میری اُمت سے بھی بعض ایسا کریں گے۔ اور بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں میں بٹ جائیں گے تو میری امت کے لوگ تہتر فرقوں میں اور سارے فرقہ والے جہنمی ہوں گے سوائے ایک کے۔ جب پوچھا گیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں فرمایا کہ وہ لوگ ہیں جو اس طریق پر چلیں گے جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں۔ (کنزالعمال جلد ۱صفحہ ۴۶)

قوم یہود کے قرآن میں بار بار ذکر سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ اور مسلمان قوم کے موجودہ حالات بھی یہی ثابت کرتے ہیں۔ وہی قوم یہود جس کے متعلق فرمایا گیا تھا۔

**''وضربت علیھم الذلة والمسکنة وبآء بغضب من اللّٰه.''**

کہ ان پر (ان کی نافرمانیوں اور حد سے بڑھ جانے کی وجہ سے) ذلت اور محتاجی ڈالی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں آ گئے۔ یہ قوم آج مشرقِ وسطیٰ میں ایک نہایت قلیل تعداد میں ہونے کے باوجود کروڑوں مسلمانوں کے لئے ایک خطرہ بنی ہوئی ہے جس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان اُن سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور زیادتی میں مبتلا ہیں۔

اِس مماثلت کو سامنے رکھتے ہوئے جو آنحضرت صلعم کی اپنی زبان مبارک سے بیان ہوتی ہے۔ مسلمانوں کے لئے یہ بات مقام فکر ہے کہ

جب بنی اسرائیل میں ان کی اصلاح کے لئے پے در پے رسول آتے رہے تو کیا اُمتِ محمدیہ اس فیض اور برکت سے محروم رہی یا اس میں بھی کوئی ایسا سلسلہ جاری ہونا چاہیئے تھا جو اس اُمت مرحومہ کو ہر زمانے میں راہِ راست پر قائم رکھنے اور اس کی اصلاح کا ذمہ دار ہوتا۔ تا کہ پوری مماثلت قائم ہو جاتی۔ اس کے متعلق بھی ہم آنحضرت صلعم کا ہی قول نقل کرتے ہیں۔

**"من ابی جعفر القمّی هذا باسناده من رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ابشروا ثم ابشروا ثلاث مرات انما مثل امتی کمثل غیث لایدری اوله خیر او آخرهٔ کیف تهلک امة انافی اولها واثناعشر خلیفة من بعدی والمسیح عیسی بن مریم آخرها."**

ترجمہ: ابو جعفر قمیؒ تک استاد کے ساتھ یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اپنے صحابہؓ کو مخاطب کر کے یُوں فرمایا کہ خوش ہو۔ خوش ہو (یہ الفاظ تین دفعہ دہرائے) کہ میری اُمت کی مثال مینہ کی مانند ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا اوّل اچھا ہے یا آخر اور وہ اُمت کیونکر ہلاک ہو سکتی ہے کہ جس کی ابتداء میں میں ہوں اور درمیان میں میرے بعد ۱۲ خلیفہ ہوں گے اور سب سے آخری مسیح عیسیٰ ابن مریم ہے۔" (فصل الخطاب امام محمد......۲۶۸)

اِس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی اُمت میں خلفاء کا ایک سلسلہ جاری ہونے کی بشارت دی ہے۔ جن کی وجہ سے اُمّت میں نئی زندگی پیدا ہوتی رہے گی جس طرح بارش مردہ زمین کے لئے زندگی کا پیغام حیات لاتی ہے۔

سورہ الحدید کی جو آیت ہم اُوپر نقل کر آئے ہیں۔ اس سے اگلی آیت یہ ہے:

**اعلموا ان الله یحی الارض بعد موتها."قدبینا لکم الآیات لعلکم تعقلون."**

یہ جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے (یا کرے گا) ہم نے تمہارے لئے آیتیں کھول کر بیان کر دی ہیں تا کہ تم عقل سے کام لو۔" اور یہ زمین کس طرح زندہ ہوتی ہے:

**وهوالذی ینزل الغیث من بعد ماقنطوا وینشر رحمته وهوالولی الحمید (الشوریٰ ۲۷)**

جب لوگ مایوس ہو جاتے ہیں تو وہ بارش اتارتا ہے اور اپنی رحمت کو پھیلاتا ہے۔ جس طرح بارش سے مردہ کھیتی زندہ ہوتی ہے۔ اسی طرح جب دل مردہ ہو جاتے ہیں تو ان کو زندہ کرنے کے لئے ایک دوسری قسم کی بارش کی ضرورت ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ذریعے برسائی جاتی ہے۔ اور جن کا ذکر خلفاء کے لفظ میں ہوا اور جس پر قرآن کی یہ آیت روشنی ڈالتی ہے۔

**"وعد الله الذین امنوا منکم وعملوا الصّلحت لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم."**

اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین پر خلیفہ بنائے گا جیسا انہیں خلیفہ بنایا جو اُن سے پہلے تھے۔" (النور:۵۵)

اور وہ کیسے خلفاء ہوں گے اس کے متعلق بھی بخاری شریف میں کتاب الانبیاء میں ایک حدیث اس طرح آئی ہے۔ جو حضرت ابو حازمؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے اس طرح بیان فرمائی ہے۔

**قال کانت بنو اسرائیل تسوسهم الا نبیاء کلما هلک نبی خلفه نبیٌ وانه لانبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون.**

ترجمہ: آپ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی اصلاح کا تکفل انبیاء کرتے تھے۔ جب ایک نبی گذر جاتا تو اُس کے پیچھے دُوسرا نبی آ جاتا تا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں فرمایا۔ پہلے کی بیعت کے حق کو پورا کرو۔ اسی طرح بعد میں جو پہلا ہو اس کا حق ان کو دیتے رہو۔ اللہ ان سے پوچھے گا کہ اُنہوں نے کس طرح ان کی نگرانی کی۔"

اس حدیث میں آنحضرت صلعم نے اپنے بعد آنے والے خلفاء کو سلسلہ بنی اسرائیل کے انبیاء کے مقابل پر رکھا ہے۔ یا یوں کہیئے کہ ان کا مثیل قرار دیا ہے۔ یعنی آپ کے خلفاء انبیاء بنی اسرائیل کے مثیل ہوں گے جسے ایک دُوسری حدیث میں آپ نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

**"علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل."** کہ میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔"

مندرجہ بالا دونوں احادیث میں آپ کے بعد خلفاء کا ذکر ہے۔ لیکن ان میں سے ایک حدیث میں آپؐ نے خلفاء کی تعداد متعین کر دی ہے۔ یعنی آپؐ کے بعد ۱۲ خلفاء ہوں گے اور آخر میں یعنی ان کے بعد آنے والا خلیفہ مسیح ابن مریم ہوگا۔ یعنی ۱۳ خلفاء آپ کے بعد ۱۲ صدیوں میں ۱۲ خلفاء گذر چکے ہیں۔ جو آپؐ کی صدی کو شامل کر کے ۱۳ صدیاں بنتی ہیں۔ ان کا آنا آنحضرت صلعم کی اس حدیث کے عین مطابق ہے کہ:

**"ان الله یبعث لهذه الامة علیٰ راس کل مائة سنة من یجدد لها دینها."**

"اور یہی مجددین آپ کے خلفاء اور روحانی جانشین ہیں۔ اب چودہویں صدی کا یہ سوال ہے کہ اس میں آنے والا خلیفہ جسے مسیح ابن مریم کہنا

گیا ہے کہاں گیا؟ اس خلیفہ کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ آنحضرت صلعم نے اس پر سلام بھیجا ہے۔ جیسے کہ اس حدیث سے ظاہر ہے۔

"من ادرک منکم عیسیٰ ابن مریم فلیقرئہ منی السلام."

(رواۃ حاکم عن انس) "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے جو کوئی عیسےٰ ابن مریم کو پائے تو اُسے میری طرف سے سلام پہنچائے۔"

اب توریت، تاریخ یہود، کتب نصاریٰ و یہود، احادیث اور اقوال علماء واولیاء امت سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ مسیح کا نزول چودھویں صدی میں ہوگا ملاحظہ ہو!

۱۔ توریت سے ثبوت:

دانیال نبی نے باب ۱۲ میں فرمایا کہ "اس وقت سے جب کہ دائمی قربانی موقوف ہوگی اور بتوں کو تباہ کیا جائے گا اس وقت ۱۲۹۰ دن ہوں گے۔ مبارک ہے وہ جو انتظار کرے گا۔ اور اپنا کام محنت سے کرے گا۔ ۱۳۳۵ روز تک اور اے دانیال تو آخر تک چلا جا اور آرام کر اور اپنے حصے پر اخیر پر کھڑا ہوگا۔"

اب ظاہر ہے کہ دائمی قربانی کی موقوفی اور بتوں کی تباہی آنحضرت صلعم کے بعد ۱۲۹۰ اور ۱۳۳۵ دنوں سے مراد ۱۲۹۰ اور ۱۳۳۵ سال ہی ہوسکتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کے ہاں ایک یوم سے مُراد ایک سال ایک سو سال یا ایک ہزار سال یا پچاس ہزار سال ہوسکتی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے۔ لیکن یہاں ہم اگر ایک یوم سے مراد ایک سو سال بھی لیں تو آنحضرت صلعم کے بعد اس حساب سے ۱۲۹۰۰۰ سال بنتے ہیں۔ لیکن آپؐ کے بعد صرف چودہ سو سال ہوئے ہیں۔ اور اس میں آپؐ کے زمانہ کی پہلی صدی بھی شامل ہے۔ اس لئے یہاں ایک دن سے مطلب ایک سال ہی لینا ہوگا۔ اور اس طرح ۱۲۹۰ سال ۱۳۳۵ سال بنتے ہیں۔ یعنی تیرھویں صدی ہجری کا آخر اور چودھویں صدی کا ابتدائی حصہ بنتا ہے اور یہی وہ زمانہ ہے جس میں حضرت مرزا صاحب ظاہر ہوئے۔ اور مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ جو الفاظ ہم نے اُوپر نقل کئے ہیں اُن سے پہلے کے الفاظ یہ ہیں: "اور بہتوں کو آزمائش میں ڈالا جائے گا اور شریر شرارت سے شور و غوغا مچائیں گے اور شریروں میں سے کوئی نہ سمجھے گا پر اہل دانش سمجھ لیں گے۔"

۲۔ تاریخ یہود سے ثبوت:

یہودی اپنی تاریخ ہبوط آدم سے شروع کرتے ہیں اور نصاریٰ پیدائش مسیح سے۔ اب تاریخ یہود کے مطابق حضرت مُوسیٰؑ ۲۴۸۸ ہبوط آدم میں فوت ہوئے اور حضرت عیسیٰ ۳۷۶۰ ہبوط آدم میں پیدا ہوئے۔ یعنی حضرت مُوسےٰ کی وفات سے حضرت عیسیٰ کی پیدائش تک ۱۲۷۲ سال بنتے ہیں۔ اس طرح حضرت مسیح کو حضرت موسیٰؑ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہونا چاہیئے تھا اور وہ ظاہر ہوئے۔ اب سلسلہ بنی اسرائیل اور سلسلہ محمدیہ میں مماثلت کے طور پر اس سلسلہ کے مسیح کو بھی جس کا ذکر احادیث میں ہے چودہویں صدی میں ہی ہونا چاہئے تھا۔ وہ کہاں ہے؟

۳۔ عیسائیوں کی شہادت

"اب عنقریب دنیا میں ایک نہایت عظیم الشان واقعہ ہونے والا ہے۔ چاروں طرف سے اس کے واسطے نشان جمع ہو رہے ہیں۔ ایسے نشان کہ زمانہ نے اس قسم کے پہلے کبھی نہیں دیکھے۔ اور نہ دنیا کی تاریخ میں ان کی مثال ملتی ہے۔ اور نہ کلیسا کی تواریخ میں۔ اس واقعہ عظیم کے وقوع پر دنیا اور مذہب ہر دو میں ایک تغیر عظیم پیدا ہوگا۔ وہ واقعہ ہمارے خداوند یسوع مسیح کے دوبارہ آنے کا ہے۔ جو وقت اور جلال کے ساتھ ہوگا۔ *(His Glorius Appearing London)*

۴۔ ہندو بھی ایک اوتار کے آنے کے منتظر ہیں۔ وہ اپنے اخبارات میں یہ لکھ چکے ہیں کہ اس صدی میں گنگا بے برکت ہوجائے گی۔ یعنی ہندو مذہب باطل ہوجائے گا۔

۵۔ اولیاء اللہ کی شہادت:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اس کی پیدائش کے الفاظ "چراغ دین" میں بیان کرتے ہیں جس کے اعداد ۱۲۶۸ ہوتے ہیں اور یہ تیرہویں صدی ہوتی ہے مسیح کو چودہویں صدی میں آجانا چاہیئے تھا۔

۶۔ احادیث سے ثبوت:

احادیث میں یہ بھی ہے کہ مسیح دجّال کو قتل کرے گا۔ اور یہ بھی ہے کہ دجّال مسیح سے پہلے ہوگا۔ جیسا کہ کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۱ پر یہ حدیث درج ہے:

ترجمہ: حضرت حذیفہ بن یمانؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا دجّال پہلے ہوگا یا عیسیٰ فرمایا اول دجّال ہوگا پھر عیسیٰ بن مریم۔

اب دجّال کے زمانہ کے متعلق حضرت علیؓ نے اپنے ایک خطبہ میں یہ نشانیاں بیان فرمائی ہیں:

ترجمہ: لوگ نمازیں ترک کردیں گے۔ امانتیں ضائع کی جائیں گی۔ ظلم فخر سے کیا جائے گا۔ اللہ کے حکم میں ضعف آجائے گا۔ امیر فاسق فاجر اور وزیر خائن ہوں گے۔ اراکین ظالم ہوں گے اور قاری فاسق۔ زنا کھلا ہوگا۔ سود کا عام رواج ہوگا۔ قطع رحمی بہت ہوگی۔ گانے والیاں بلائی جائیں گی۔ شراب دن دہاڑے پی جائے گی۔ پیمان توڑے جائیں

گے۔ اور قسمیں ضائع کی جائیں گی۔ باجماعت نماز میں سُستی کی جائے گی۔ مسجدیں سجائی جائیں گی۔ لمبے چوڑے ممبر کھڑے کئے جائیں گے قرآن کریم آراستہ کئے جائیں گے۔ رشوت لی جاتی ہوگی اور سود کھایا جائے گا۔ کمینے اور کم عقل عالم بنائے جائیں گے خون کرنا معمولی بات ہوگی۔ عورت اپنے خاوند کی تجارت میں شریک ہوگی۔ اور ممبروں پر چڑھ کر لیکچر دیں گی۔ مرد عورتوں کی شکل اختیار کریں گے۔ اور عورتیں مردوں کی۔ گواہ بغیر طلب گواہی دیں گے۔ انسان بظاہر بھیڑوں کی طرح مسکین لیکن باطن میں بھیڑیئے ہوں گے۔ ان کی زبانیں شہد سے میٹھی مگر اندرون بدبودار ہوگا۔ نیک باتیں بُری اور بُری باتیں نیک سمجھی جائیں گی۔ دین کے سوا باقی باتوں میں غور ہوگا۔ اُس وقت خرابی ہی خرابی ہوگی۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۶، ۲۶۷)

ان تمام علامات پر نظر ڈالنے کے بعد کون عقل مند یہ انکار کرسکتا ہے کہ یہ تمام اس زمانہ سے متعلق ہیں۔ اس لئے اسی زمانہ میں دجّال بھی ہونا چاہیئے۔ اور مسیح ابن مریم بھی۔ آخر دجّال اور مسیح کہاں چلے گئے۔

اُمّت مسلمہ کے لئے چند غور طلب امور درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ قرآن کریم آنحضرت ﷺ کو مثیلِ موسیٰؑ بتاتا ہے۔

۲۔ اس طرح سلسلہ بنی اسرائیل سلسلہ محمدیہ کا مثیل ہے۔

۳۔ حضرت موسیٰؑ کے بعد انبیاء آتے رہے۔ اور ان کے بعد چودھویں صدی میں حضرت مسیح ابنِ مریم آئے۔

۴۔ سلسلہ امتِ محمدیہ میں خلفاء کا آنا پایۂ ثبوت کو پہنچا ہے۔ تاکہ مماثلت پوری ہو۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے بعد ۱۲ خلفاء کے آنے کا ذکر کیا ہے اور ان کے بعد آخری خلیفہ کا جس کو مسیح ابنِ مریم کہا ہے۔

۵۔ اس طرح چودھویں صدی میں اس وقت وہ خلیفہ آنا چاہیئے۔ جسے مسیح ابنِ مریم کہا گیا ہے۔

۶۔ اس امت کے اس مسیح کے ہاتھوں دجّال کا خاتمہ مقدر ہے۔

۷۔ دجّال کے زمانے کی ساری نشانیاں پوری ہوچکی ہیں۔ اور مسیح کو دجّال کے دنیا پر تسلط کے بعد آنا چاہیئے۔

۸۔ جب نشانیاں پوری ہوچکی ہیں تو دجّال اور مسیح دونوں اس صدی میں ہونے چاہئیں۔

اب سوال یہ ہے کہ آخر وہ کون ہیں اور کہاں ہیں۔

جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو اس صدی کا مجدد اور خلیفہ مانتی ہے جسے آنحضرتؐ مسیح ابن مریم فرماتے ہیں۔ بروئے قرآن مسیح ابن مریم وفات پاچکے ہیں۔ مُردوں میں سے دنیا میں نہ کوئی واپس آیا ہے اور نہ آئے گا۔ اس لئے آنے والا مسیح مثیلِ مسیح ہے۔ نہ کہ وہی مسیح ابن مریم۔ اس مسیح (محمدی) کے ہاتھوں اُن کے مذہب کو شکست فاش ہوچکی ہے۔ اور آج وہ خود اپنے من گھڑت باطل عقائد سے رجوع کر رہے ہیں۔ مغرب میں ان کے گرجوں پر مسجدیں بنائی جارہی ہیں۔

۹۔ یہود، ہنود، نصاریٰ اور علماء وصلحاء امت محمدیہ اس بات پر متفق ہیں کہ مہدی اور مسیح کو چودھویں صدی میں ظاہر ہونا چاہیئے۔ جس کے متعلق ہم ثبوت اوپر دے آئے ہیں۔

۱۰۔ چودھویں صدی کے تقریباً ۲۶ ایسے انسان جنہیں تعلق باللہ کی سعادت حاصل تھی اپنے رؤیا اور کشوف کی بنا پر اس بات کی شہادت دے چکے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب ہی اس زمانہ میں مہدی اور مسیح اور امام وقت ہیں۔

۱۱۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگوں نے دلائل اور شواہد کی بنا پر انہیں اس زمانہ کا مجدد مسیح موعود اور مہدی موعود مانا ہے اور سب کے سب دُوسرے فرقوں سے آکر جماعتِ احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں۔ اور ان میں اس زمانہ کے بڑے بڑے جید علماء قرآن وحدیث شامل ہیں۔

۱۲۔ اس جماعت کے مقابلہ میں کوئی دوسری ایسی جماعت نہیں جس نے قلت تعداد اور سرمایہ کے باوجود اتنے وسیع پیمانہ پر مشرق ومغرب میں اشاعت اسلام کا کام کیا ہو اور کر رہی ہے اور جس کے ذریعے سینکڑوں غیر مسلم اسلام کی آغوش میں آگئے ہوں۔ یہ سعادت دوسری جماعتوں کو باوجود کثرت کے حاصل نہ ہوئی۔

۱۳۔ اتنے بڑے پیمانہ پر اشاعت اسلام کا کام اسپین اور ہندوستان میں سینکڑوں سال حکومت کرنے کے باوجود مسلمان سرانجام نہ دے سکے۔ جس کی وجہ سے اسپین سے تو مسلمانوں کا نام ونشان مٹا دیا گیا اور ہندوستان میں صرف ایک چھوٹا سا ملک پاکستان بن سکا۔

یہ ساری خصوصیات رخصت ہونے والی اس چودھویں صدی کو ہی حاصل ہیں۔ اس کی اہمیت سے انکار محض تعصب اور ضِد کی بنا پر ہے۔ اس چودھویں صدی کا اس امت کے علماء اور عوام سے یہ سوال ہے کہ:۔

کیا قرآنِ کریم، احادیث، علماء اور صلحاء امت کی یہ شہادت کہ مسیح چودھویں صدی میں ہوگا جھوٹی ہے؟ اگر نہیں تو وہ مسیح وقت کون ہے؟ جب تک اُس شخص کی نشاندہی نہ کی گئی جس کے ہاتھ پر کسرِ صلیب اور قتل خنزیر مقدر تھا تو اس سے یہی سمجھا جائے گا کہ وہ لوگ جو اس کا انکار کرتے ہیں۔ وہ ان تمام شہادت کو جھوٹا اور غیر معتبر سمجھتے ہیں۔ (ماخوذ پیغام صلح ۱۲ دسمبر ۱۹۷۹ء)

قسطوار

# فرائض اسلام میں نماز کی اہمیت

## (دیگر متعلقہ احکام ومسائل)

از قلم مولانا محمد علیؒ مرحوم

### غسل

عام حالتوں میں نہانا مستحب ہے۔ البتہ بعض حالتوں میں غسل کو واجب قرار دیا گیا ہے جب کہ انسان حالت ناپاکی میں ہو۔ اس کے متعلق خود قرآن مجید میں حکم وارد ہے:۔

وَان کنتم جنباً فاطھروا (اور اگر حالت جنب میں ہو تو نہالیا کرو)۔

بڑے بڑے اجتماعوں مثلاً جمعہ کی نماز یا عیدین کے موقعہ پر غسل کرنے کا حکم آیا ہے ایسے موقع پر صاف ستھرا لباس پہننا چاہیئے اور اگر ہو سکے تو خوشبو بھی لگانی چاہیئے۔ یہ احکام دونوں قسم کی مذہبی اور طبی اہمیت رکھتے ہیں یہ بارگاہِ احکم الحاکمین میں حاضری کے لئے ایک قسم کی تیاری کا کام دیتے ہیں۔ اور انسان کی توجہ ادنیٰ امور سے ہٹا کر اعلےٰ مقاصد کی طرف لگا دیتے ہیں اور اس فضا کو جس میں لوگوں کا اجتماع ہو زیادہ پاکیزہ اور زیادہ صحت افزا بنا دیتے ہیں۔

### تیمّم

وضو اور غسل میں صفائی اور صحت کے علاوہ مذہبی مقصد بھی مدِّ نظر ہے۔ اگر پانی میسر نہ آسکے تو پھر تیمّم ایک ایسا ضروری عمل ہے جو انسان کی توجہ کو روح کی صفائی کی طرف پھیر دیتا ہے۔ جو نماز کی اصل غرض ہے۔ اس بارے میں قرآن مجید میں یہ ہدایت دی گئی ہے:۔

**وان کنتم مرضیٰ اوعلیٰ سفرٍ اوجآء احدٌ منکم من الغآئط اولٰمستم النسآء فلم تجدوا مآءً فتیمّموا صعیداً طیّباً فا مسحوا بوجو ھکم واید یکم منہ ط مایرید اللّٰہ لیجعل علیکم من حرجٍ ولکن یرید لیطھّر کم ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون.** (المائدہ۔٦)

اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی رفع حاجت سے ہو کر آئے یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو پھر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو اور اس سے اپنے مونہوں اور ہاتھوں پر مسح کرلو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کسی طرح کی تنگی کرے لیکن وہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر پوری کرے تا کہ تم شکر کرو۔"

بنا بریں اگر انسان کو پانی نہ ملے یا جب پانی کا استعمال مضر ہو۔ تو اسے حکم ہے کہ وہ پاک مٹی کو استعمال کرے۔ اگر چہ مٹی بعض حالات میں پاک کرنے والی چیز ہے۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ چہرہ اور ہاتھوں کا مسح جسمانی پاکیزگی کا کام نہیں دے سکتا۔ تاہم اس کو صریح لفظوں میں پاکیزگی کا ایک ذریعہ ظاہر فرمایا ہے۔ لہٰذا جس پاکیزگی کا یہاں ذکر ہے وہ روح کی پاکیزگی ہے۔ تیمّم کے حکم سے اصل میں اس حقیقت کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے جو وضو اور غسل میں مرتکز ہے لفظ تیمّم "اَمّ" سے نکلا ہے۔ جس کے معنے ہیں اس نے ایک چیز کی طرف رجوع یا قصد کیا۔ اس لئے اصل میں تیمّم کے معنے صرف ایک شخص کا اپنے آپ کو ایک چیز کی طرف لے جانا ہے۔ یہ لفظ یہاں ایک شخص کے اپنے آپ کو پاک مٹی کی طرف لے جانے پر استعمال ہوا ہے۔ تیمّم اصطلاحاً پاک مٹی سے پاکی حاصل کرنے کے قصد کا نام ہے جس کا طریقہ یہ ہے:۔

تیمّم کرنے والا دونوں ہاتھ کسی پاک مٹی پر یا کسی ایسی چیز پر مارے جس میں خالص گرد ہو۔ پھر فالتو گرد پھونک مار کر اڑا دے۔ پھر ہاتھوں کو چہرہ پر اور دونوں ہاتھوں کی پشت پر پھیرے بایاں دائیں پر اور دایاں بائیں پر۔

## اذان

### اذان کی ابتداء

لفظ اذان اذن سے نکلا ہے جس کے اصلی معنے ہیں کوئی چیز جو سُنی جائے (اور اُذن کے معنے کان ہیں) اذان یا تاذین کے معنے ہیں علم دینا۔ یا ایک اعلان۔ اصطلاح شرع میں اذان نام ہے مخصوص اوقات میں لوگوں کو نماز کے لئے اعلان کرا دینے یا اطلاع دینے کا۔

## اذان کی مشروعیت

اذان کی ابتداء کے متعلق امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ جب مسلمان مدینہ میں آئے تو انہوں نے نماز کے لئے ایک وقت مقرر کیا جس پر وہ سب جمع ہو جاتے تھے۔ لیکن چونکہ یہ انتظام تسلی بخش نہ تھا اس لئے مشورہ کی ضرورت پیش آئی۔ کسی نے گھنٹہ بجانے اور کسی نے نرسنگا پھونکنے کی رائے دی۔ مگر یہ سب ناپسند کی گئیں۔ حضرت نبی کریم صلعم نے حضرت بلالؓ کو ان الفاظ میں اذان دینے کا حکم دیا جو آج استعمال کئے جاتے ہیں۔ اذان دینے کی ضرورت مدینہ میں ہجرت کے بعد محسوس کی گئی کیونکہ مکہ میں کفار مسلمانوں کو اعلانیہ طور پر نماز ادا کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

## اذان کا دینا

اذان ہر نماز سے پہلے ہر مسجد میں جہاں کہیں مسلمان باجماعت نماز کے لئے جمع ہوں دی جاتی ہے۔ اذان کسی مینار یا بلند جگہ سے اونچی آواز سے جس قدر ممکن ہو سکے دی جاتی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کے کانوں تک پہنچ سکے۔ اذان دینے والا قبلہ رُو کھڑا ہوتا ہے۔ دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھائے ہوتے ہیں۔ اور حسب ذیل ترتیب سے الفاظ اذان ادا کرتا ہے:۔

اللّٰہ اکبر ۴ دفعہ۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔

اشھد ان لاالٰہ الا اللّٰہ ۲ دفعہ۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اشھدان محمداً رسول اللّٰہ ۲ دفعہ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

حی علی الصلٰوۃ ۲ دفعہ۔ نماز کی طرف آؤ۔

حیّ علی الفلاح ۲ دفعہ۔ نجات یا کامیابی کی طرف آؤ۔

اللّٰہ اکبر ۲ دفعہ۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔

لا الٰہ الاّ اللّٰہ ایک دفعہ۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔

صبح کی نماز میں حیّ علی الفلاح کے بعد یہ الفاظ بڑھائے جاتے ہیں الصّلٰوۃ خیر من النّوم. الصّلٰوۃ خیر من النّوم. یعنے نماز بہتر ہے نیند سے۔ جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو مؤذن اور اذان سننے والے یہ دُعا مانگتے ہیں:۔

اللّٰھم رب ھٰذہ الدعوت التامۃ والصلٰوۃ القآئمۃ اٰتِ محمّداً الوسیلۃ والفضیلۃ والدرجۃ الرفیعۃ وابعثہ مقاماً محموداً الّذی وعدتہٗ انک لا تخلف المیعاد o

اے اللہ اس کامل پکار اور قائم نماز کے محمدؐ کو قرب اور فضیلت عطا کر اور اس کو مقام محمود پر فائز کر جس کا تو نے اس سے وعدہ کیا ہے۔

## اذان کی اہمّیت

اذان جہاں اوقاتِ نماز کا اعلان ہے وہیں اصول اسلام اور حقیقت اصولِ اسلام اور خدا کی کبریائی کا اعلان بھی ہے۔ یہ دن میں پانچ بار ہزاروں لاکھوں میناروں سے خدا کی توحید اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوّت کا اعلان ہے۔ جو اسلام کے دو بنیادی اصول ہیں۔ یہ اعلان اس سے بھی آگے چلتا ہے اور توحید باری تعالےٰ کی اہمیت کا افشا کرتا ہے جو الفاظ اللہ اکبر میں مرکوز ہے۔ تاکہ انسان صرف اس کے آگے ہی سر تسلیم خم کرے۔ اندریں صورت دوسری طرف ماسوی اللہ پر اس کو حق حکومت حاصل ہے۔ یہی مختصراً مذہب کا اصل مقصد ہے یعنی اپنے اندر خدا کا احساس پیدا کرنا اس کو بھی اسی شدّ ومد سے حیّ علی الصلوہ کے الفاظ سے ظاہر کیا ہے۔ اور جو اس کا نتیجہ ہے اس کو بھی الفاظ حیّ علی الفلاح سے واضح کر دیا ہے کہ نماز کی طرف آنا زندگی میں کامیابی کا حاصل کرنا ہے کیونکہ خدا کو اپنے اندر محسوس کرنے سے ہی انسان اپنے نفس کی تکمیل یا فلاح حاصل کر سکتا ہے۔ کیسا اعلیٰ خیال ہے۔ گھنٹوں کا بجانا اور نرسنگا کا پھونکنا بے معنی ہے۔ اس کی بجائے اذان میں اصول اسلام اور ان کی حقیقت کو دن میں پانچ بار آواز بلند مشتہر کیا جاتا ہے تاکہ ہر طالب صادق مسجد کے دروازے سے نجات کا راستہ ڈھونڈھ لے۔ اس سے زیادہ مؤثر ذریعہ تبلیغ تصور میں نہیں آسکتا۔ کوئی شخص شبہ میں نہیں رہ سکتا کہ اسلام کیا ہے اور کیا اس کا مقام ہے؟ نہ کسی شخص کو اصول اسلام سمجھنے کے لئے بڑی بڑی کتابیں پڑھنے کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ نہ کسی شخص کو اصول کی اہمیت اور حقیقت معلوم کرنے کے لئے لمبی چوڑی تقریریں سننے کی حاجت اور نہ کسی کو ان اصولوں کے تسلیم کرنے میں جو مقصد مدِ نظر ہے اس میں شک وشُبہ کرنے کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔ ہر شخص کے دروازہ تک نہیں بلکہ ہر شخص کے کانوں تک ہر صبح، ہر دو پہر، ہر سہ پہر، ہر شام اور ہر سونے کے وقت یہ پیغام پہنچایا جاتا ہے کہ خدا ایک ہے اور محمدؐ اس کا رسُول برحق ہے اور یہ اسلام کے بنیادی اصول ہیں جو انسان کو سوائے ذات باری تعالےٰ کے کسی کے سامنے جھکنے نہیں دیتے اور ہر شخص نماز کے ذریعے اپنے اندر خدا کا احساس پیدا کر کے تکمیل نفس حاصل کر سکتا ہے اور فلاح وفوز سے ہمکنار ہوتا ہے۔

☆☆☆

# آخری زمانہ میں دجّال صفت قوموں کے خروج کے متعلق

## رسُول اکرمؐ کی پیشگوئیاں

از حضرت مولانا محمد علی لاہوریؒ (قسطوار)

گذشتہ سے پیوستہ

### ۵۔ دجّال کا گذشتہ ارواح سے ملاقات اور باتیں کرنا

اس قدر دنیوی سامانوں کے اندر وہ فطرت کی اس آواز سے غافل نہیں کہ انسان کے لئے اس زندگی کے سوائے کوئی اور بھی زندگی ہے اس لئے سپر چوئلزم کے نام کے تحت وہ یہ کرتب دکھاتا ہے کہ کس طرح فوت شدہ ارواح سے ملاقات اور بات چیت ہوسکتی ہے۔ ''ویبعث معه الشیاطین علی صورة من قد مات من الأباء والاخوان'' کسی کا باپ فوت ہو گیا ہے کسی کا بھائی مرگیا ہے تو شیاطین اس کے ساتھ ہیں، جو ان کی صورت اختیار کر کے آجاتے ہیں تکلم الناس اور وہ باتیں بھی کر جاتے ہیں۔ یہ سپر چوئلزم کا نقشہ جو آج سے چودہ سو سال پیشتر مخبر صادق صلعم نے کھینچا ہے کس قدر آپ صلعم کی زبردست قوت کشفی کی دلیل ہے۔ مکان خاص طور پر بنے ہوئے ہوتے ہیں ان میں خاص طور پر نہایت دھیمی روشنی کا انتظام کیا جاتا ہے پھر روح کو بلانے والے ہوتے ہیں جو بسا اوقات خود ہی اس اندھیرے میں آ کر اس روح کے رنگ میں متمثل ہوجاتے ہیں۔ اور دو چار باتیں کر کے غائب ہوجاتے ہیں۔ بعض وقت دیکھنے والا اپنی قلبی کمزوری سے ان تمام حالات سے جو ملاقات روح کے وقت پیدا کئے جاتے ہیں اس قدر متاثر ہوجاتا ہے جیسے ہمارے ملک میں بہت لوگ فرضی بھوتوں سے متاثر ہوجاتے ہیں۔ بہر حال خواہ اس سپر چوئلزم کے نیچے کچھ حقیقت ہے یا نہیں۔ مخبر صادق صلعم نے آج سے چودہ سو سال پیشتر دجّال کی ان کارروائیوں اور شعبدہ بازیوں کا نقشہ بھی کھینچ دیا تھا۔

### ۶۔ دجّال کی پشت پر یہودیوں کی طاقت

نبی کریم صلعم کی دجّال کے متعلق یہ پیشگوئی نہایت ہی زبردست ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے آنے والے واقعات کو تفصیلاً دکھا دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ آپ نے دجّال کا مقام تو گرجا گھر بتایا اور قرآن کریم نے اس کا پتہ بھی ان الفاظ میں بتایا ''وینذر الذین قالوا اتخذ الله ولدا'' (ان لوگوں کو ڈرائیے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنایا ہے۔) اور یہودیوں کو جو عداوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی اس کا نقشہ بھی کھول کھول کر کھینچا ہے۔ یہاں تک کہ ان کی مقدس والدہ پر جو بہتانات لگاتے تھے ان کا ذکر بھی کیا وقولهم علی مریم بهتانا عظیما واقعی یہود کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ عداوت اشد ترین عدوات ہے جو کسی قوم کو کسی شخص کے ساتھ ہوسکتی ہے۔ والقینا بینهم العداوة والبغضاء الی یوم القیامة یہودی ہمارے نبی کریم صلعم کے زمانے میں اور اس سے پیشتر عیسائیوں کے ہاتھ سے دکھ اٹھا رہے تھے اور اٹھا چکے تھے۔ اور اس کے مدت بعد تک بھی بلکہ یوں کہیئے کہ یہ جب تک خروج دجّال نہیں ہوا یہودی انکے مظالم کا تختہ مشق بنے رہے، لیکن ان تمام باتوں کے باوجود مخبر صادق ﷺ فرماتے ہیں:۔

معه سبعون الف یهودی (اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے۔) اکثر من یتبعه الیهود. اس کے اکثر تبع یہود میں سے ہونگے۔ یخرج الدجّال عدوالله ومعه جنود من الیهود اللہ کا دشمن دجّال خروج کرے گا اور اس کے ساتھ یہودیوں کے لشکر ہوں گے۔ اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ نبی کریم صلعم کے ارشادات میں یہ کہیں نہیں کہ خود دجّال یہودی ہوگا بلکہ صراحت سے عیسائی اقوام کو دجّال قرار دیا ہے۔ اور ساتھ ہی قرآن کریم نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ عیسائیت ہمیشہ یہودیت پر غالب رہے گی۔ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامة جہاں حضرت عیسیٰؑ کو خطاب کر کے فرمایا کہ میں قیامت تک تیرے پیروؤں کو یعنی عیسائیوں کو تیرے منکروں یعنی یہودیوں پر غالب رکھوں گا جبکہ آج یہ حقیقت ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اور یہ سچائی ہے کہ عیسائی حکومتیں یہودیوں کے بل بوتے پر چل رہی ہیں اور بڑی بڑی سلطنتوں کے وزراء یہودیوں کے اشاروں پر ناچتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ یہودیوں کے ہاتھ میں روپیہ ہے اور وہ روپے سے حکومتوں کو امداد دیتے ہیں۔ خود انگریزی حکومت اپنی ساری عظمت و اقتدار کے باوجود یہودیوں کو اکٹھا کر کے مسلمانوں کے علاقہ

فلسطین میں جمع کر رہی ہے۔ وہاں مسلمان مفلس ہو گئے ہیں۔ زمینیں ان کے ہاتھ سے نکل کر یہودیوں کے قبضہ میں جا رہی ہیں اور یہودی آ آ کر وہاں آباد ہو رہے ہیں سبعون الف یہودی یہاں سبعون سے مراد کثرت ہے اور یہ مسلم ہے کہ عربی میں سات اور ستر کے الفاظ عدد کامل کے لئے ہیں۔ اگر کسی کو یہ خبر نہ بھی ہو کہ اندرونی طور پر یہودی کس قدر انگریزی حکومت اور یورپ کی دیگر حکومتوں کی پشت پناہ بنے ہوئے ہیں تو انگریزی حکومت کا فلسطین میں لاکر ان کو آباد کرنا اس پیشگوئی کی صداقت کو آفتاب نصف النہار کی طرح دکھا رہا ہے مگر یہود اور یورپ کی ملی ہوئی طاقت سے کسی مسلمان کے دل میں کچھ خوف پیدا نہیں ہوسکتا۔ اگر اسے یہ علم ہو کہ ان سب باتوں کی خبر اور اس کے ساتھ ہی اسلام کے آخری غلبہ کی خبر نبی اکرمؐ چودہ سو سال پہلے دے چکے ہیں۔

## ۷۔ عورتوں پر دجّال کا اثر

یہ خبر بھی صاف لفظوں میں دی گئی ہے کہ دجّال کا اثر عورتوں پر بھی ہوگا۔ جتنی انسان کی بہتری کی باتیں ہیں ان کے لئے انسان کی روح میں گو تڑپ موجود ہو مگر ان کے اختیار کرنے کے لئے ایک جدوجہد درکار ہوتی ہے جیسے انسان کو بلندی پر چڑھنے کے لئے خاص کوشش کرنی پڑتی ہے مگر اخلاقی طور پر انسان کے گرنے کے لئے یا بلندی سے پستی کی طرف آنے کے لئے طبائع جلد تیار ہو جاتی ہیں۔ یورپ نے جو عورتوں اور مردوں کے فحش تعلقات کے کھلے نظارے پیش کئے ہیں۔ رات دن تھیٹروں اور سینما میں جو کچھ نظر آتا ہے اور جس کی خاطر نوجوان ان کی طرف بھاگے چلے جاتے ہیں اور ننگی تصویریں، ننگے ناچ، نیم برہنہ لباس، ان چیزوں نے طبائع میں ایک میلان پیدا کر دیا ہے۔ جب دن رات یہ نظارے آنکھوں کے سامنے ہوں تو طبائع کا اس اثر کو قبول کر لینا ایک فطری امر ہے۔ یورپ میں جو کچھ فواحش ہو رہے ہیں ان کی طرف سے طبائع میں تنفر کم ہو رہا ہے۔ زنا اور زنا کے مبادی کو اب زیادہ نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ اور مردوں میں یہ میلان پیدا ہوتے ہوتے عورتیں بھی اس سے متاثر ہونے لگی ہیں۔ کیا ہی سچے الفاظ ہیں جو آج سے چودہ سو سال پیشتر مخبر صادق ﷺ نے فرمائے **اٰخر من یخرج الیہ النساء** سب سے پیچھے عورتیں اس کی طرف نکلیں گی۔ عورتوں کی طبعی حیا نے ایک مدت تک دجّالیت کے ان فتنوں کا مقابلہ کیا مگر آخر وہ بھی اس کے اثر کے نیچے آ گئیں۔ اور گو ابھی ہمارے ملک میں وہ حالت نہیں جو اقوام یورپ میں ہو چکی ہیں۔ لیکن بہت بیبیاں ہیں جنہوں نے اسلامی حیا داری کو خیرباد کہہ کر بالکل مغربی نیم برہنہ پن اختیار کر لیا ہے اور کلبوں میں ہی نہیں بالوں (مردوں اور عورتیں کے مخلوط ناچ) میں جانا شروع کر دیا ہے اگر اثر دجّالیت اسی طرح غالب آتا گیا اور اسلامی تہذیب کی جگہ مغربی تہذیب لیتی گئی تو ایک دن وہی حالت مرد اور عورت کے تعلقات کی ہمارے ملک میں ہوگی جو آج یورپ میں ہے کہ زناکاری اور اس کے مبادی سے نفرت باقی نہیں رہے گی۔ یہ صحیح ہے کہ اسلام اس پردہ کے لئے عورتوں کو مجبور نہیں کرتا جو آج ہندوستان میں مروّج ہے۔ یہ درست ہے کہ اسلام عورت کو اپنے ہاتھ اور منہ کھلا رکھنے کی اجازت دیتا ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ عورت اپنے کاروبار کے لئے اپنی ضروریات کے لئے باہر نکل سکتی ہے اور ہر ایک کام جس کی ضرورتِ انسانی مقتضی ہو سکتی ہے۔ مزدوری کر سکتی ہے، تجارت کر سکتی ہے، ملازمت کر سکتی ہے لیکن وہ عورتوں اور مردوں کے بلا ضرورت اختلاط کو جائز نہیں مانتا اور ضروری اختلاط کے موقعوں پر تبرج کی اجازت نہیں دیتا۔ اور تبرج یہ ہے کہ عورت اپنے محاسن کا اظہار ایسے رنگ میں کرے جو موجب فتنہ ہو۔ اور یہی تبرج اور مردوں اور عورتوں کا کھلا اختلاط ہی دجّالیت کا وہ اثر ہے جو آج اعلیٰ طبقہ کی مسلمان خواتین پر بھی پڑ رہا ہے۔ ایک اور رنگ میں دجّالیت کا اثر مسلمان خواتین پر یوں ہو رہا ہے کہ مسلمانوں نے شریعت حقہ سے انحراف کر کے عورت سے طلاق حاصل کرنے کا حق چھین لیا ہے حالانکہ بروئے قرآن و حدیث عورت کو بھی ان تمام وجوہ پر طلاق حاصل کرنے کا حق ہے جن وجوہ پر مرد کو حاصل ہے کہ عورت کو طلاق دے۔ جس کو شریعت میں خلع سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

## ۸۔ دجّال اور اولادِ زنا

مرد و عورت کے تعلقات میں یورپ نے جو غلطی کھائی ہے اس کا کھلا اثر حرامی بچوں کی کثرت ہے جن سے آج یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے شہر بھرے پڑے ہیں۔ اس کا انکشاف بھی قلب مبارک نبوی ﷺ پر ہوا چنانچہ آپ نے فرمایا **الا ان الدجّال اکثر اشیاعہ واتباعہ الیہود و اولاد الزنا**۔ دیکھو سن رکھو کہ دجّال کا اکثر گروہ اور اس کی پیروی کرنے والے یہودی اور حرامی بچے ہوں گے۔ بیشمار حرامی بچے تو وہ ہیں کہ ان کی دجّالی قانون سے پردہ پوشی ہو جاتی ہے۔ مثلاً اگر زانی اور زانیہ کی شادی بچہ پیدا ہونے سے پہلے ہو جائے تو ایسے بچے قانون انگریزی کے رو سے ولدالزنا نہیں کہلاتے۔ بلکہ اب تو قانون نے یہاں تک وسعت اختیار کر لی ہے کہ زانی اور زانیہ کبھی بھی شادی کر لیں ان کی پہلی ساری اولاد ولدالزنا کی حیثیت

سے نکل جاتی ہے۔ ایسے ایسے قوانین کے باوجود لاتعداد بچے یورپ کے ہر بڑے شہر میں ولدالزنا کہلاتے ہیں اور جنگ عظیم کے دوران میں تو جو ایسے حرامی بچے پیدا ہوتے تھے وہ جنگ کے بچوں کے معزز نام سے ملقب ہوتے تھے۔ اور مرد اور عورت کے تعلقات کی جو حالت اب یورپ اور امریکہ میں ہوتی جارہی ہے اس کو دیکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر ان اقوام کا قدم فاحشات کی طرف اسی سرعت سے اٹھتا چلا گیا تو عنقریب تہذیب کی بجائے وحشیانہ پن کی حالت عود کر آئے گی اور حرام وحلال کی تمیز انسانوں کے اندر سے اٹھ کر ان کی زندگیاں چوپایوں کی طرح ہوجائیں گی۔

## ۹۔ عورتوں کا مردوں اور مردوں کا عورتوں سے مشابہت اختیار کرنا

دجال کے زمانہ کی یہ خصوصیت کہ عورتیں مردوں سے مشابہت اختیار کرلیں گی اور مرد عورتوں سے۔ اس وقت سمجھ میں بھی نہیں آسکتا تھا۔ مگر آج یہ حقیقت بھی اظہر من الشمس ہے کہ عورتوں نے مردانہ فیشن بالوں کا کٹوانا، مردانہ لباس پہننا، مردانہ شغل اور کھیل اختیار کرلئے ہیں اور مردوں نے داڑھی مونچھ کا صفایا کرکے عورتوں کی شکل اختیار کرلی ہے۔ یہاں تک کہ مرد اور عورت میں تمیز کرنا بعض وقت مشکل ہوجاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ نظارے جب تک نبی کریم ﷺ کو دکھائے نہیں گئے کوئی انسانی قیاس اس طرف نہ جاسکتا تھا جس کی بناپر یہ کہا جاسکتا ہے **و تشبھن بالرجال و تشبه الرجال بالنساء**.

## ۱۰۔ دجال کا علاج امراض میں کمال

مخبر صادقؐ نے ان اقوام کی خوبیوں اور ان کے عیوب سب کو روشن کردیا ہے چنانچہ ایک پیشگوئی یہ بھی فرمائی کہ یہ لوگ علاج امراض میں کمال دکھائیں گے۔ **انه یبرئ الا کمه والابرص و یحی الموتیٰ** وہ اندھے اور کوڑھیوں کا علاج کرے گا اور مردوں کو زندہ کرے گا، مردوں کو زندہ کرنے سے یہ بھی مراد ہوسکتی ہے کہ ذلیل اقوام کو اٹھا کر بلند مقام پر پہنچادے اور یہ بھی دجال کے کارناموں میں سے ہے لیکن یہاں اس کا جوڑ بیماریوں کے علاج سے ہے اس لئے کہ **یحی الموتیٰ** سے مراد یہی ہے کہ ایسی ایسی بیماریوں کا علاج کرے گا کہ گویا مردے کو زندہ کردے گا۔ بیماریوں کے علاج میں واقعی ان اقوام نے کمال کردکھایا ہے اور یہ اچھا فعل ہے لیکن آنحضرتؐ نے ان امور کو فتن دجال میں شمار کیا ہے جیسا کہ اس کی تیز رفتار زمینی اور آبی اور ہوائی سواریوں کو فتن میں رکھا ہے۔ اسلئے کہ ان چیزوں کی بناپر یہ ایک گونہ خدائی تصرفات کا دعویٰ کررہے ہیں اور بعض نیک کاموں کو جیسے مثلاً ہسپتالوں یا اسکولوں، کالجوں کا قائم کرنا بُرے اغراض یعنی لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے استعمال کررہے ہیں۔

## ۱۱۔ دجال کی وسوسہ اندازی

گو پہلے جو کچھ بیان ہوا اس سے ظاہر ہے کہ دجال تلوار کے زور سے یا جبر سے کسی کو گمراہ نہیں کرے گا بلکہ طرح طرح کے لالچ دے کر اور دنیا کی زیب و زینت اور دنیا کی عیش کے سامان دکھا کر لوگوں کو باطل کی طرف بلائے گا اور اپنے تصرفات نیچر اور اپنے علوم سے لوگوں پر تصرف حاصل کرے گا۔ لیکن آنحضرتؐ نے اس بات کو اور بھی صاف کیا ہے اور بتادیا ہے کہ دجال کا سب سے بڑا ہتھیار وسوسہ اندازی ہے۔ **من سمع بالدجال فلینا عنه فوالله ان الرجل لیاتیه وھو یحسب انه مومن فیتبعه ممایبعث به من الشبهات** جو شخص دجال کی خبر سنے اس سے الگ رہنے کی کوشش کرے کیونکہ ایسا ہوگا کہ ایک آدمی اپنے آپ کو مومن یقین کرتا ہوا اس کے پاس آئے گا لیکن وہ اس کے دل میں اس قسم کے شبہات پیدا کرے گا کہ وہ اس کا متبع ہوجائے گا۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جس قدر وسوسہ اندازی سے کام یوروپین اقوام نے لیا ہے اس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ ایسی ایسی باریک راہوں سے وسوسہ اندازی کرتے ہیں کہ دوسرے انسان کا وہم و گمان بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ تعلیم ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے انسان کے خیالات درست یا غلط ہوسکتے ہیں مگر ان اقوام نے تعلیمی کورس ایسے رکھے ہیں کہ ان کو اس بات کی بھی پرواہ نہیں کہ ان باتوں سے عیسائیت پر زد پڑتی ہے بلکہ ان کی اصل غرض صرف یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص اپنے مذہب پر قائم نہ رہے اس لئے باوجود خدا کی ہستی کے قائل ہونے کے خدا کی ہستی کے متعلق بھی وساوس پیدا کرنا ان کا کام ہے باوجود وحی اور رسالت کے قائل ہونے کے، باوجود حیات بعد الموت کے قائل ہونے کے، مختلف پیرایوں میں ان امور کے متعلق بھی شبہات پیدا کرتے رہتے ہیں۔ بسا اوقات ایک خیال کی یا ایک شخص کی تعریف بھی کریں گے تاکہ پڑھنے والا یہ خیال کرے کہ یہ بڑے انصاف پسند ہیں مگر اسی تعریف کے اندر نیش زنی بھی کردیں گے کہ انسان کے دل سے ایک عقیدہ یا ایک برگزیدہ انسان کا احترام بالکل اٹھ جائے۔ غرض ان کی جس قدر صفات بیان ہوئی ہیں ان سب کا ماحصل یہ ہے کہ دجال وسوسہ اندازی سے لوگوں کو حق سے پھیرے گا۔ اور یہی یوروپین اقوام کی بین خصوصیت ہے۔

## ۱۲۔ دجّال کا ظہور اور غلبہ کل روئے زمین پر ہوگا

دجال کی صفات میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ کل روئے زمین پر پھرے گا۔ لایبقی شیئ من الارض الا وطئه و ظهر علیه. زمین کا کوئی حصہ باقی نہیں رہ جائے گا جس کو وہ پامال نہ کرے گا اور اس پر غالب نہ آجائے گا اور پھر دجال کی زبان کے یہ الفاظ لادع قریة الا هبطتها ''کوئی ایسی انسانی بستی نہیں ہوگی جہاں میں نہ داخل ہوں گا'' یہ الفاظ نہ صرف نبی کریم ﷺ کی کامل قوت کشفی کو ظاہر کرتے ہیں بلکہ ان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دجال ایک آدمی کا نام نہیں، بلکہ ایک بڑے بھاری گروہ یا بڑی بھاری قوم کا نام ہے جس کے افراد ہر جگہ پہنچ جائیں گے کیونکہ ایک انسان کے لئے خواہ وہ کتنا بھی تیز رفتار ہو یہ ناممکن ہے وہ سب باتیں ایک فرد میں پوری ہوسکیں کہ وہ اپنی جنت و نار کو بھی ہر جگہ دکھائے اور لوگوں کے سامنے اپنے دعاوی کو پیش کرے اور جو اسے قبول کرے اسے خوشحال کرتا چلا جائے اور اپنے مخالفین کو مصائب میں مبتلا کرتا چلا جائے۔ پھر کوئی بستی اس کے ورود سے خالی بھی نہ رہے۔ ایک فرد کے لئے یہ ناممکن محض ہے کیونکہ یہ سوال صرف تیز رفتاری کا نہیں بلکہ سوال دعوت دینے کا، لوگوں کو کچھ کہنے کا، انہیں انعام یا سزا دینے کا ہے۔ جب ہر بستی میں یہ ہونا ہے تو ایک بستی سے دوسری بستی تک جانے میں خواہ کتنا ہی کم وقت لگے گا لیکن دعوت دینے میں اور اس کے لوازمات میں یقیناً وقت خرچ ہوگا۔ اگر ایک گھنٹہ بھی وہ ایک انسانی بستی میں ٹھہرے تو صرف ہندوستان کے سات لاکھ گاؤں میں پھرنے کیلئے ہی ایک سو سال کا عرصہ درکار ہے اور سارے ملکوں میں پھرنے کے لئے ہزارہا سال درکار ہے لیکن انہی باتوں کو قوم پر چسپاں کیا جائے تو یہ سب باتیں آسانی سے سمجھ میں ہی نہیں آجاتیں، بلکہ آج بطور واقعہ کے ہماری آنکھوں کے سامنے ہو رہی ہیں اور نبی کریم ﷺ کی قوت کشفی کے کمال کو حق الیقین کے طور پر دکھا رہی ہیں۔ ان اقوام کی تیز رفتاری کا مشاہدہ ہو رہا ہے کہ چالیس کیا دس دنوں کے اندر ساری روئے زمین کا چکر لگا رہی ہیں۔ کہیں ان کے ایک ایک بستی میں پہنچنے اور اس پر کامل تصرف کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ کہیں ان کے روٹیوں کے پہاڑوں کا مشاہدہ ہو رہا ہے کہیں ان کی عیش پرستیاں نظر آتی ہیں کہیں ان کے تصرفات کا نظارہ ہے کہیں ان کی تعلیم کا جال نظر آتا ہے تو کہیں وساوس پیدا کئے جا رہے ہیں۔ کہیں ہسپتال بنا کر لوگوں کی ہمدردی اپنے ساتھ کر رہے ہیں۔ کہیں سپر یچوئلزم کے کرشمے دکھا رہے ہیں۔ غرض ایک قوم یا چند اقوام کو دجال مصداق قرار دیں تو سب باتیں صاف ہیں مگر ایک فرد واحد ٹھہرا کر کوئی بات بھی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ یہی کل روئے زمین پر پھرنے اور سب پر غالب آنے کی پیشگوئی لے لی جائیں۔ اگر ایک فرد واحد ہی اس کا مصداق ہو تو کروڑوں اعیان کے بغیر وہ اپنے اس تصرف کو قائم نہیں رکھ سکتا۔ لازماً اس کی مصداق قوم ہی ہوگی۔ بہر حال یہ پیشگوئی کہ دجال روئے زمین کی ساری انسانی بستیوں میں پھرے گا اور ساری زمین پر غالب آجائے گا آج صراحت کے ساتھ یورپ کی اقوام میں ہماری آنکھوں کے سامنے پوری ہو رہی ہے۔ کب تک ہم آنکھیں بند کرکے ایک خیالی دجال کے منتظر رہیں گے خود ساری روئے زمین پر غلبہ کا خیال اور ایک ایک گاؤں میں پھر نکلنے کا خیال اور بالخصوص آج سے چودہ سو سال پیشتر انسان کے دماغ میں نہ آسکتا تھا۔ مگر آج غور کرکے دیکھیں کون سے ممالک ہیں کون سی بستی ہے جہاں دجال پھر نہیں نکلا۔ صحراؤں اور جنگلوں میں چھوٹے اور بڑے جزائر میں، پہاڑوں اور وادیوں میں، کونسا مقام باقی رہ گیا ہے جہاں دجال کا گذر نہیں ہوا۔ انسان کے تو وہم میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی مگر آج ہم اپنی آنکھوں سے یہ دیکھ رہے ہیں۔ اور جو انسان ان واقعات کو دیکھے گا اس کا سر بے اختیار آنحضرت ﷺ کی قوت کشفی کے کمال کے سامنے جھک جائے گا اور وہ پکار اٹھے گا کہ یہ انسانی قیاس اور یہ انسانی تخیل کی باتیں نہیں بلکہ علم غیب کا زبردست انکشاف ہے جو خدا نے اپنے رسول ﷺ کو عطا کیا۔

## احادیث میں یاجوج وماجوج کا ذکر اور انہی کا دجّال ہونا

جیسا کہ شروع میں دکھایا جاچکا ہے کہ قرآن کریم نے سورہ کہف کے آخر میں یاجوج ماجوج کا ذکر کرکے اسی میں عیسائی اقوام کا ذکر شروع کر دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی اقوام کو اس نام سے پکارا گیا ہے اور بائبل نے تو بصراحت بتا دیا ہے کہ یاجوج وماجوج روس اور دیگر اقوام یورپ ہیں۔ احادیث یاجوج وماجوج کے متعلق ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ گویا بروئے حدیث یہ کوئی خاص قسم کی مخلوق ہے۔ حالانکہ بہت سی احادیث میں صاف طور پر یہ ذکر آتا ہے کہ وہ ہماری طرح انسان ہی ہیں۔ ''ان یاجوج وماجوج من ولد آدم'' (کنز العمال جلد ۷ نمبر ۲۱۵۸) یاجوج وماجوج آدم کی اولاد میں سے ہیں اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ مسیح علیہ السلام کی طرف وحی کرے گا انی قد اخرجت عبادا لی لا یستطیع قتلهم الا انا (کنز العمال جلد ۷ نمبر ۳۰۲۱) ''میں نے اپنے کچھ بندے پیدا کئے ہیں جن کے قتل کی میرے سوا کسی کو طاقت نہیں۔'' ایسا

ہی ان کے اولادِ آدم ہونے پر دیکھیں کنز العمال جلد ۷ نمبر ۳۰۲۲۔ یہ غلط فہمی کہ وہ کوئی اور قسم کی مخلوق ہے شاید حدیث کے اس بیان سے پیدا ہوئی ہے کہ وہ زمین کا سارا پانی پی جائیں گے۔ **و یشربون میاہ الارض حتی ان بعضھم لیمر بالنھر فیشربون مافیه حتی یترکوہ یبسا** (کنز العمال جلد ۷ نمبر ۲۱۵۷) وہ زمین کے پانی پی جائیں گے۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض دریا پر گزریں گے تو جو کچھ اس میں ہے سب پی جائیں گے۔ یہاں تک کہ اسے خشک چھوڑ دیں گے اور ایک حدیث میں ہے کہ یاجوج و ماجوج کا پہلا حصہ بحیرہ طبریہ پر گذرے گا تو وہ اس کا سارا پانی پی جائیں گے۔ **فیمر صدر یاجوج و ماجوج علی بحیرة الطبریه فیشر بونھا** (کنز العمال جلد ۷ نمبر ۳۰۲۱) اور یہ عجیب بات ہے کہ تمیم داری والی حدیث میں دجّال بھی تمیم داری سے بحیرہ طبریہ کے متعلق ہی سوال کرتا ہے **اخبرونی عن بحیرة الطبریه...... ھل فیھا ماء** (کنز العمال جلد ۷ نمبر ۲۰۲۷) اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ دجّال اور یاجوج و ماجوج ایک ہی ہیں۔ لیکن دجّال یا یاجوج و ماجوج کے پانی پی جانے سے مراد دراصل یہی ہے کہ زندگی کے تمام سامان ان کے قبضے میں ہوں گے کیونکہ پانی زندگی کی سب سے اولین ضرورت ہے۔ اور یہ بات کہ دجّال اور یاجوج و ماجوج دونوں کا ذکر اس امت میں آنے والے مسیح کے ذکر میں کیا گیا ہے یہ بھی ان کے ایک ہونے پر دلیل ہے اور ذرا غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ دجّال اور یاجوج و ماجوج دونوں کا ذکر تقریباً ایک ہی مفہوم کو مختلف الفاظ میں ادا کر رہا ہے۔ دونوں کے متعلق یہ ذکر ہے کہ ان کی زمینی طاقت کمال کو پہنچی ہوئی ہوگی۔ ہر ایک قسم کے سامانوں پر ان کا تصرف ہوگا۔ ان کے مقابلہ کی طاقت کسی کو نہ ہوگی۔ اور وہ ساری زمین پر چھا جائیں گے اور مسلمانوں کے لئے سخت ترین ابتلاؤں کا موجب ہوں گے، اس سے بھی ان کا ایک ہونا ثابت ہوتا ہے اور دونوں کی صفات یوروپین اقوام پر صادق آتی ہیں۔ دو نام دو مختلف قسم کی صفات کو ظاہر کرنے کے لئے اختیار کئے گئے ہیں ایک ان کے دجل اور دنیا کے سامانوں کے ذریعہ سے فریب دہی کے اظہار کے لئے۔ اور دوسرا ان کی ملکی اور جنگی طاقت کے اظہار کے لئے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ عیسائی اقوام کے غلبہ کی یہ پیشگوئیاں مسلمانوں نے اس زمانہ میں کتابوں میں لکھیں جب ان کی اپنی طاقت اور حکومت کے سامنے سب طاقتیں ہیچ نظر آتی تھیں۔

(ماخوذ المسیح الدجّال و یاجوج و ماجوج) ☐☐☐

(بقیہ صفحہ ۲۴ کالم ۲ کا)............

''اے تمام لوگو سن رکھو کہ یہ اسی خدا کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور محبت اور برہان کی رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا...... یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا۔ ہمارے سب مخالف جواب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ ابن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گذر گیا۔ اور دنیا دوسرے رنگ میں آ گئی مگر مریم کا بیٹا ابھی تک آسمان سے نہ اُترا۔ تب سب دانشمند دفعتاً اس عقیدے سے بیزار ہو جائیں گے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰؑ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سب نو امید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں یہی ایک مذہب ہوگا۔ اور ایک پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا۔ اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔'' (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۳۵)

آخر میں حضرت مسیح موعود کے ان الفاظ پر اپنا مضمون ختم کرتا ہوں جن میں آپ نے مسلمان بھائیوں کو شفقت کے طور پر اور ہمدردی کے رنگ میں نصیحت فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

''سوا اے بھائیو میں نصیحتاً للہ پوری ہمدردی کے جوش سے جو مجھے آپ سے اور اپنے پیارے دین سے ہے آپ لوگوں کو سمجھاتا ہوں کہ آپ لوگ غلطی کر رہے ہیں اور سخت غلطی کر رہے ہیں کہ محض تحکم کی وجہ سے مکاشفات نبویہ کو صرف ظاہری الفاظ پر محدود کر بیٹھے ہیں۔ یقیناً سمجھو کہ ان باتوں کو حقیقت (ظاہر) پر حمل کرنا گویا اپنی ایمانی عمارت کی اینٹیں اُکھیڑنا ہے۔ میں متعجب ہوں کہ اگر آپ استعارات کو قبول نہیں کر سکتے تو کیوں ان اُمور برتر از فہم کی تفسیر کو حوالۂ بخدا نہیں کرتے۔ اس میں آپ کا یا آپ کے دینی جوش کا کیا حرج ہے۔ کس نے آپ پر زور ڈالا ہے یا کب اور کس وقت آپ کو رسول کریمؐ کی طرف سے ایسی تاکید کی گئی ہے کہ ضرور ایسے الفاظ کو حقیقت (ظاہر) پر ہی حمل کرو۔''

☆☆☆

# حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ

قسطوار

## علماء اور دانشوروں کی نظر میں

### ڈاکٹر سیف الدین صاحب کچلو

"اگر چہ اس جماعت کے افراد کی تعداد کم ہے لیکن اس کے عمل و ایثار کی مقدار بہت زیادہ ہے۔ جو کام پراگندہ حال مسلمانوں کے کروڑوں افراد نہیں کر سکتے اُس پر یہ منظم جماعت بسہولت قادر ہے۔ ہم سلسلہ احمدیہ کے کمزور پہلوؤں سے ناواقف نہیں ہیں۔ لیکن اس کے محاسن پر بھی اب بالکل پردہ نہیں ڈالا جا سکتا۔ مذہبی میدان میں جس قدر مسلم جماعتیں احمدیوں کے مقابل آئیں۔ اُنکے پاس الفاظ، منطقی دلائل اور غیر مادی حالات کے سوا کوئی ہتھیار موجود نہ تھا اور جب سے یہ دُنیا بنی ہے، یہاں جب کبھی "الفاظ" اور "اعمال" کا مقابلہ ہوا ہے، میدان ہمیشہ "اعمال" کے نام پر فتح ہوتے رہتے ہیں۔ اس وقت ہندوستان میں صرف مسیحی نظام تبلیغ کے احمدیہ نظام تبلیغ کو بالمقابل کھڑا کیا جاسکتا ہے، لیکن جہاں تک ولولہ وجوش اور ایثار وفدائیت اور اطاعت و تنظیم کا تعلق ہے ہندوستانی عیسائیوں کی جماعت اور احمدیہ جماعت کے گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔ مسلمانوں نے قرونِ اولیٰ میں جس قدر کارنامے سرانجام دئے اُن کی پُشت پر تنظیم و جماعت ہی کی الٰہی قوت کارفرما تھی۔ عظمت و وقار کا حقیقی راز ید اللہ فوق الجماعۃ کے فرمان نبوی میں مضمر تھا۔ افسوس کہ آج حق پرست مسلمان اس درس تنظیم کو فراموش کر رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ مسلمان احمدیہ جماعت کی مثال سے عبرت اندوز ہوں۔" (اخبار تنظیم امرتسر ۲۸ر دسمبر ۱۹۲۶ء)

### ایڈیٹر اخبار ذوالفقار

"ہم یہ ضرور کہیں گے اور انصاف سے کہتے ہیں کہ احمدی جماعت نے اس میدان میں نہایت درجہ کی مشکلات اور آہنی و پتھریلی دیواریں حائل کر دینے میں کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھا، مگر یہ اپنے کام میں نہایت خاموشی سے لگے رہے اور دشوار گذار گھاٹیوں کو عبور کر گئے۔"

(ذوالفقار، ۱۶ر جنوری ۱۹۲۴ء)

### مولانا عبدالمجید صاحب سالک

"میں نہ قادیانی مرزائی ہوں نہ لاہوری۔ میرے عقائد ایک سیدھے سادے مسلمان کے ہیں لیکن تکفیر کا سخت دشمن ہوں، مرزائیوں کو بھی مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ سمجھتا ہوں، جس طرح اہلِ قرآن، اہل حدیث، حنفی، شافعی، رافضی، خارجی سب مسلمانوں کے فرقے تسلیم کئے جاتے ہیں...... میں مرزا صاحب اور آپ کے پیروؤں کو کافر نہیں سمجھتا۔"

(نواز شنائے صفحہ ۱۶ مرتبہ سید انیس شاہ جیلانی)

### ملک عبدالقیوم صاحب پرنسپل لاکالج لاہور

"جماعت احمدیہ اس زمانہ میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی ایک علمبردار جماعت ہے۔"

### اخبار انقلاب

"انجمن حمایت اسلام کی جوبلی پر ڈیڑھ لاکھ چندہ جمع ہوا۔ جس میں حکومت پنجاب کا ۲۵ ہزار بھی شامل ہے۔ مسلمان اس کامیابی پر بہت مسرور ہیں۔

لیکن عین اُنہی دنوں اسلامیہ کالج کے میدان کے سامنے، احمدیہ بلڈنگس کی مسجد میں لاہوری احمدیوں کی انجمن اشاعتِ اسلام کی سلور جوبلی منائی گئی، جس کے جلسے میں بمشکل ایک ہزار آدمیوں کا اجتماع ہوا ہوگا، لیکن کیا مسلمانوں کو معلوم ہے کہ ان مٹھی بھر مسلمان نے جن کو عام مسلمان کافر اور گمراہ اور نہ جانے کیا کیا سمجھتے ہیں۔ اُس موقع پر اشاعت اسلام کے لئے ایک لاکھ بیاسی ہزار روپیہ جمع کر دیا۔ جس میں نہ کسی حکومت کا عطیہ شامل ہے، نہ کسی والئی ریاست کی امداد۔ کسی جماعت کو کافر یا گمراہ کہنا آسان ہے، لیکن اُس کے مقابلے میں کیا عام مسلمانوں نے کبھی اس مسئلہ پر غور کیا ہے کہ وہ کروڑوں کی تعداد میں ہونے کے باوجود اپنے ملّی وجود کو باقی رکھنے کے لئے انتہائی کوشش سے جو سرمایہ فراہم کرتے ہیں وہ ان مٹھی بھر جماعتوں کے چندے سے ہمیشہ کم کیوں ہوتا ہے۔

### جناب حکیم برہم صاحب ایڈیٹر "مشرق" گورکھپور۔

"ہندوستان میں صداقت او راسلامی اسپرٹ صرف اس لئے باقی ہے کہ یہاں روحانی پیشواؤں کے تصرفاتِ باطنی اپنا کام برابر کر رہے ہیں اور کچھ عالم بھی اس شان کے ہیں جو عبداللہ ہیں عبدالدرہم نہیں اور سچ پوچھو تو اس وقت یہ کام جناب مرزا صاحب مرحوم کے حلقہ بگوش اس طرح انجام دے رہے ہیں، جس طرح قرونِ اُولیٰ کے مسلمان انجام دیا کرتے تھے۔"

(اخبار مشرق۔ ۲۴ر جنوری ۱۹۲۹ء

## شمس العلماء شبلی نعمانی کا فتویٰ

''ایک شخص خدا اور رسول کے احکام مثلاً حج، زکوٰۃ، نماز، روزہ پر پورا عمل کرتا ہے، لیکن مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مرحوم و مغفور کو مسیح موعود اور مہدی معہود خیال کرتا ہے تو کیا ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اگر کوئی کسی احمدی مبلغ کو مسجد سے روکتا ہے اور نماز ادا کرنے سے منع کرتا ہے تو کیا ایسا شخص دائرہ اسلام میں شامل کیا جا سکتا ہے؟

جواب: ''مرزا صاحب مرحوم کو مسیح موعود ماننے والا گو غلطی پر ہے لیکن کافر نہیں۔ اور جو شخص کسی احمدی کو مسجد میں آنے سے روکتا ہے۔ گو وہ خاطی ہے لیکن بہر حال مومن ہے۔'' (بحوالہ پیغام صلح ۳ر جولائی ۱۹۳۶ء)

## چودھری افضل الحق صاحب مجلس احرار

''سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں مکاتب ہندوستان میں جاری ہیں، مگر سوائے احمدی مدارس و مکاتب کے کسی اسلامی مدرسہ میں غیر اقوام میں تبلیغ و اشاعت کا جذبہ طلباء میں پیدا نہیں کیا جاتا۔ کس قدر حیرت ہے پنجاب میں سوائے احمدی جماعت کے اور کسی ایک فرقے کا بھی تبلیغی نظام موجود نہیں۔'' (فتنہ ارتداد اور پولیٹیکل قلابازیاں)

## جسٹس منیر رپورٹ (پاکستان)

''جماعت احمدیہ ۱۹۰۱ء میں قائم کی گئی اور مرزا صاحب کی استدعا پر اسی سال مردم شماری کے کاغذات میں اس جماعت کو ایک علیحدہ مسلم فرقہ ظاہر کیا گیا۔ جماعت کی موجودہ تعداد پاکستان میں دو لاکھ کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے اور احمدی دوسرے مسلم ممالک میں، بھارت، یورپ اور امریکہ میں پائے جاتے ہیں۔

اس نئی تحریک کو مرزا صاحب کی زندگی ہی میں خاص تائید حاصل ہوگئی تھی۔ اور متعدد ممتاز اور ذی شعور لوگ بھی اس میں شامل ہوگئے تھے۔ جب ۱۹۰۸ء میں مرزا صاحب کا انتقال ہوگیا تو مولوی نور الدین جماعت احمدیہ کے خلیفہ اوّل مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۴ء میں خلیفہ نور الدین کا بھی انتقال ہوگیا اور مرزا غلام احمد صاحب کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ ثانی قرار پائے۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی مسند نشینی پر جماعت میں پھوٹ پڑگئی۔ جماعت کا ایک حصہ خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی کی سرکردگی میں الگ ہوگیا اور ایک الگ جماعت ''لاہوری جماعت'' کے نام سے وجود میں آگئی۔ دونوں جماعت میں فرق یہ ہے کہ قادیانی جماعت کے عقیدے میں مرزا غلام احمد نبی ہیں لیکن لاہوری جماعت مرزا صاحب کو یہ درجہ دینے پر آمادہ نہیں اس کے نزدیک مرزا صاحب زیادہ سے زیادہ ایک مجدد یا محدّث ہیں۔ ان الگ ہونے والوں نے لاہور میں اپنی ایک الگ تنظیم قائم کر لی جو ''انجمن اشاعت اسلام'' کہلاتی ہے دونوں جماعتیں غیر ممالک میں وسیع پیمانے پر تبلیغ و اشاعت کا کام کرنے میں مصروف ہیں۔'' (رپورٹ تحقیقاتی عدالت، برائے تحقیقات فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء)

## لیڈر قوم جناب محی الدین غازی صاحب

''یورپ و امریکہ کی مذہب سے بیزاری اور اسلام کی حریف دُنیا میں علم تبلیغ بلند کرنے کی کسی عالم دین یا کسی علمی ادارے کو توفیق نہیں ہوئی۔ اگر کوئی علم تبلیغ کو ہاتھ میں لے کر اُٹھا تو وہ بھی...... قادیانی فرقہ تھا

کامل اس فرقہ زہاد سے اُٹھا نہ کوئی،
کچھ ہوئے تو یہی رندانِ قدح خوار ہوئے

اس جماعت نے تبلیغی مقاصد کے لئے پہلے اسی سنگلاخ زمین کو چنا اور یورپ و امریکہ کا رُخ کیا اور اُن کے سامنے اسلام کو اصلی و سادہ صورت میں اور اُس کے اُصولوں کو ایسی قابل قبول شکل میں پیش کیا کہ ان ممالک کے ہزارہا افراد و خاندان دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے اور یدخلون فی دین اللہ افواجا کا سماں آنکھوں میں پھر گیا۔'' (تاثرات مرتبہ آرا انجم جرنلسٹ)

## محمد جعفر خان صاحب۔

''علامہ اقبال جیسی شخصیت ایک وقت میں احمدیت سے مُتاثر رہ چکی ہے۔ اگر اس بات کی نا قابل تردید شہادت موجود نہ ہوتی اور خود علامہ اقبال کا اپنا اعتراف نہ ہوتا تو میں (مصنف احمدیہ تحریک) کبھی باور نہ کرتا۔''
(احمدیہ تحریک ص ۲۵)

## مولانا ظفر علی خان صاحبؒ۔

''احمدی مبلغ جس جوش اور ولولہ سے فتنہ ارتداد کے انسداد میں مصروف ہیں ان کی تعریف و توصیف کرنے سے ہم باز نہیں رہ سکتے۔''
(زمیندار ۲۲ر فروری ۱۹۲۷ء)

## غازی محمود دھرمپال صاحب

''میں اکثر یہ اعلان کر چکا ہو کہ میں احمدی نہیں ہوں اور احمدیوں کے بعض عقائد کے ساتھ دیانتداری کے ساتھ اختلاف ہے۔ مگر باوجود اختلاف کے میں اُن کو مسلمان سمجھتا ہوں۔ اور ہندوستان کے اندر اور باہر وہ غیر مسلموں کے حملوں سے اسلام کے تحفظ کے متعلق جو بھی خدمات انجام دے رہے ہیں اُن کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔''
(رسالہ حنیف نومبر ۱۹۲۵ء)

## رسالہ ''صوفی'' راولپنڈی۔

''اس حقیقت سے انکار نہیں ہوسکتا کہ احمدی جماعت نے ہندوستان سے باہر وہ کام کر کے دکھلایا جو کسی ملک کے مسلمانوں نے اس وقت تک نہیں کیا تھا۔ یہ جماعت کوشش کر رہی ہے کہ دُنیا کے تمام حصوں میں اپنے مسلک کی تبلیغ کا کام جاری کریں۔ چنانچہ افریقہ، آسٹریلیا وغیرہ میں ان کے مشینری کام کر رہے ہیں اور امریکہ میں بھی ان کے مبلغ محنت سے کام سرانجام دے رہے ہیں۔''

□□□

قسط وار

# تحریک احمدیت کا صحیح مفہوم

### ایک سچائی

اسلام میں بے شمار مسائل ایسے ھیں جو تحقیقات و تشریحات کے سبب بہت پیچیدہ اور الجھے ہوئے نظر آتے ھیں جب کہ سچائی یہ ھے کہ اگر ان پر سیر حاصل بحث کی جائے یا تشریحات و تحقیقات میں مطابقت کے پہلو تلاش کئے جائیں تو محققین اور ارباب حل و عقد بآسانی ان کے حقیقی مفہوم تک پہونچ سکتے ھیں مگر اس کو زمانہ کی ستم ظریفی کہئیے یا محققین کا راہ فرار کہ مسائل کو سلجھانے کے بجائے الجھائے جا رہے ھیں اور کبھی اس طرف توجہ مبذول نہیں کرتے کہ مختلف فیہ مسائل میں بحث و مباحثہ کے ذریعہ ان کے حل تک پہونچا جائے۔ سوائے اس کے کہ ھر جماعت اپنے تنظیمی تحریکی نقطئہ نگاہ سے اختلافی مسئلہ پر قائم رہ کر اپنی رائے کو دوسرے مکتبہ فکر پر تھوپنا چاھتی ھے۔

اس گفتگو کی روشنی میں یہ بات واضح ھوجاتی ھے کہ جماعت احمدیہ کی طرف بھی کچھ ایسے ھی اختلافی مسائل منسوب کئے گئے جو بنیادی طور پر حل طلب ھیں گو ماضی میں محققین ان مسائل پر گفتگو کرچکے ھیں تاھم گفتگو کے بہت سے پہلو ابھی بھی تشنہ ھیں جو تشریح کے محتاج ھیں۔

اسی غرض و غایت کے پیش نظر جماعت احمدیت وجود میں آئی تاکہ وہ ملت اسلامیہ کے اتحاد کی خاطر ھر مکتبہ فکر کے افراد کے ساتھ مل بیٹھ کر ان مسائل کا تصفیہ اور اسلامی تحریکوں و ملی تنظیموں کے درمیان باھمی اتحاد کا عملی راستہ ھموار کرسکے۔

### احمدیت کا کام جہاد بالقرآن ہے

”احمدیت تو اس لئے آئی کہ مسلمانوں کے اس خیال کو غلط ثابت کرے کہ خاتم النبیین کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی آسکتے ہیں۔ جو خدا کے ایک نبی تھے۔ کیوں کہ آنحضرت صلعم کے بعد نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے، اور نہ پرانا۔“ مگر افسوس کہ اس جماعت کی طرف اجرائے نبوت کا غلط خیال منسوب کیا گیا۔ ”احمدیت تو اس لئے آئی کہ قرآن کریم کو سب پر مقدم کرکے مسلمانوں کو جہاد بالقرآن کے عظیم الشان کام میں لگا دے۔“ مگر اس کی طرف اس بات کو منسوب کیا گیا کہ اس نے قرآن کریم کے سب سے بڑے حکم جہاد کو منسوخ کردیا ہے۔ یہ دونوں باتیں حیرت میں ڈالنے والی ہیں۔ اسلام کے کسی فرقہ نے ختم نبوت پر اس قدر زور نہیں دیا جس قدر احمدیت نے۔ کسی اسلامی تحریک میں جہاد پر اس قدر زور نہیں دیا گیا جتنا احمدیت میں دیا گیا۔ احمدیت نے اس بات کو بھی واضح کیا کہ گو نبوت ختم ہو چکی ہے مگر اللہ تعالیٰ کی انسانوں کے ساتھ ہمکلامی ختم نہیں ہوئی اور نہ ہوسکتی ہے۔ مگر اس کو بھی دعویٰ نبوت خیال کرلیا گیا۔ احمدیت نے اس بات کو بھی واضح کیا کہ جہاد بالسیف کو جہاد بالقرآن کی جگہ دینا غلط ہے مگر افسوس کہ اس کو جہاد کی تنسیخ قرار دیدیا گیا۔ جب کہ قرآن کریم میں جہاد کا ایک **عام حکم** ہے اور ایک **خاص**۔ عام حکم جہاد وہ ہے جو کسی شرط سے مشروط نہیں اور جب سے آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے اس حکم کی تعمیل فرماتے رہے اور ہر وہ شخص جو اسلام لاتا ہے وہ بھی اس جہاد میں شامل ہوتا ہے یہ تبلیغ اسلام کا جہاد ہے اور اسی کا نام **جہاد بالقرآن** ہے اور قرآن نے اس کو **جہاد کبیر** سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وجاھد ھم بہ جھادا کبیرا۔ (الفرقان۔۵۲) یہاں بہ میں ضمیر قرآن کریم کی طرف جاتی ہے۔

**خاص حکم** جہاد وہ ہے جس کی ضرورت اس وقت پیش آئی جب کفار نے اسلام کو مٹانے کے لئے تلوار اٹھائی یہ اس شرط سے مشروط تھا کہ دشمن پہلے تلوار اٹھائے وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم (البقرہ۔۱۹۱) اس کا نام **جہاد بالسیف** ہے۔ جہاد بالقرآن تبلیغ اسلام کا جہاد ہے۔ جہاد بالسیف حفاظت اسلام کا جہاد ہے۔ پہلے کی ضرورت ہر ملک میں، ہر زمانہ میں، ہر قوم کو ہر وقت ہے دوسرے کی ضرورت کبھی کبھی پیش آتی ہے جب کوئی غیر قوم کسی مسلمان قوم کو مٹانے کا تہیہ کرلے اور بزور طاقت مٹانے کا

تہیہ کرلے۔ آنحضرت صلعم اور آپؐ کے صحابہؓ جہاد بالقرآن پہلے دن سے کرتے رہے۔ مکہ میں تیرہ سال تک یہ جہاد بالقرآن جاری رہا۔ جہاد بالسیف کی ضرورت آپ کو مدینہ میں جاکر پیش آئی جب کفار نے تلوار سے اسلام کو مٹانا چاہا، مگر جہاد بالسیف کے ہوتے ہوئے بھی جہاد بالقرآن جاری رہا کیونکہ تلوار سے حفاظت اسلام کرتے ہوئے بھی تبلیغ اسلام قرآن کریم کے ذریعہ سے ہوتی تھی۔ یہی جہاد بالقرآن ہے۔ یہی آنحضرت ﷺ کی مکی زندگی کا جہاد ہے جب آپ کے اسم احمد کا ظہور تھا۔ بس یہی آج **احمدیت کا جہاد ہے**۔ جب کہ آنحضرت صلعم کے اسم احمد کا دوبارہ ظہور ہو رہا ہے امام بخاری نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے اور اپنی کتاب الجہاد میں یہ باب باندھا ہے **دعاالنبی صلعم الی الاسلام والنبوة** یعنی نبی صلعم کا لوگوں کو اسلام کی طرف بلانا بھی جہاد تھا۔

احمدیت نے جہاد کو منسوخ نہیں کیا بلکہ اس کے صحیح خیال کو زندہ کیا۔ جہاد کے معاملہ میں مسلمان اعتدال کی حالت پر قائم نہیں رہے بلکہ افراط وتفریط کی طرف چلے گئے جہاد بالسیف کے معاملہ میں تو یہاں تک افراط کی کہ اس کو جہاد بالقرآن کا قائم مقام سمجھ لیا۔ اور جو کام قرآن سے کرنے کا تھا۔ اسے تلوار سے کرنا چاہا۔ مہدی کی آمد کے عقیدہ میں جو تلوار کو داخل کیا گیا تو اسی غلط خیال کے ماتحت داخل کیا گیا کہ تلوار سے مسلمان کرنا بھی جائز ہے۔ اسی لئے یہ عقیدہ بنالیا گیا کہ مہدی جب آئے گا تو وہ تلوار کے زور سے لوگوں کو مسلمان کرے گا اور اس طرح اسلام دنیا میں غالب آئے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ جہاد بالقرآن کے معاملہ میں تفریط میں پڑ گئے اور یہاں تک تفریط میں پڑ گئے کہ اسے بالکل بھلا ہی دیا۔ قرآن کی جگہ تلوار کو دیدی جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ جہاد بالقرآن کا خیال ہی اُٹھ گیا۔ اور چونکہ تلوار سے تبلیغ اسلام بے معنی بات تھی، اسلئے تبلیغ اسلام کے کام کو مہدی کے ظہور پر چھوڑ کر خود ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ گئے۔ احمدیت نے جہاد بالسیف کے معاملہ میں افراط کو اور جہاد بالقرآن کے معاملہ میں تفریط کو دور کیا۔ جہاد بالسیف کو احمدیت نے منسوخ نہیں کیا۔ اگر کہیں جہاد کے ساتھ منسوخ کا لفظ آیا ہے تو وہ اس غلط مفہوم کے لئے ہے۔ جو جہاد کے متعلق جہلاء میں پیدا ہو گیا تھا کہ جہاد کے معنے تلوار سے لوگوں کو مسلمان کرنے کے ہیں۔ اور ضروری تھا کہ جہاد بالقرآن کے صحیح خیال کو قائم کرنے کے لئے پہلے اس غلط خیال کو دور کیا جاتا جو فی الحقیقت جہاد بالقرآن کے راستے میں ایک بڑی بھاری روک تھی۔ کیونکہ جب تک لوگوں کے ذہن میں یہ بات ہو کہ اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلایا جاسکتا ہے۔ اس وقت تک اسلام کی اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم کی طرف توجہ نہیں ہوگی۔ اور بجائے محبت کے ان کے دلوں میں اسلام سے تنفر ہوگا۔ جہاد بالسیف'' کا حکم قرآنی'' احمدیت کے نزدیک اسی طرح قائم ہے جس طرح وہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں قائم تھا۔ مگر اس حکم کی تعمیل ان حالات میں لازم ہوتی ہے جب وہ شرائط پائی جائیں جن کا ذکر قرآن کریم نے صراحت سے کیا ہے کہ پہلے دوسری قوم جنگ میں ابتدا کرے۔ احمدیت کی ''تعلیم جہاد'' کا خلاصہ بانی سلسلہ احمدیہ نے اس وقت ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ **وجوه الجهاد معدومة فی هذا الزمن وهذه البلاد** (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۳۰) جہاد کی شرائط اس زمانہ میں (یعنی مجدّد صد چہاردہم کے ظہور کے وقت) اور ان شہروں میں (یعنی ملک ہندوستان میں) نہیں پائی جاتیں۔'' اور اس افراط کو دور کرنے کے ساتھ ہی جہاد بالقرآن کی اہمیت پر زور دیا اور یہ صرف علمی رنگ میں ہی نہیں کیا بلکہ جہاد بالقرآن کو اپنے عمل کے ذریعہ سے زندہ کیا۔ خود جہاد بالقرآن کرکے عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اپنی جماعت میں جہاد بالقرآن کی روح پیدا کی اور انہیں بھی جہاد بالقرآن پر لگایا۔ اور جہاد بالقرآن سے اسلام کے غلبہ کا سکہ دنیا میں بٹھایا۔ اور دکھا دیا کہ مسلمان محکوم ہو کر بھی اپنے حاکموں کو اسلام کی غلامی میں لا سکتے ہیں اگر وہ اس ہتھیار کو استعمال کریں جو قرآن شریف کے رنگ میں انہیں دیا گیا ہے۔ جہاد بالقرآن اور تبلیغ اسلام دونوں ہم معنے جملے ہیں اور احمدیت نے ان دونوں خیالات کو کہاں تک زندہ کیا ہے یہ اس بات سے ظاہر ہے کہ جب سے احمدیت آئی ''کوئی تبلیغ اسلام کا نام لیتا'' اسے در پردہ احمدی مسلمان سمجھا جاتا۔'' عام مسلمان اس عظیم الشان طاقت سے جو برنگ قرآن ان کو دی گئی تھی غافل پڑے تھے یہاں تک کہ احمدیت نے انہیں بیدار کیا اور سمجھایا کہ اسلام کی اصل طاقت جہاد بالقرآن میں ہے۔ جہاد ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔ ہر حال میں فرض ہے۔ مگر یہ وہی جہاد عام (جہاد کبیر) ہے جو رسول اللہ صلعم اور آپ کے صحابہؓ ہر حال میں کرتے تھے یہ احمدیت کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا کام ہے۔

**جہاد کے لئے جماعت اور بیعت کی ضرورت**: چونکہ حضرت مرزا صاحب کے سامنے ایک عظیم الشان **جہاد** کا کام تھا۔ اس لئے آپ کو ایک جماعت بنانے کی ضرورت پیش آئی۔ اگر احمدیت کی غرض صرف چند اصلاحی امور تک محدود ہوتی تو یہ غرض بذریعہ تحریرات بھی حاصل ہوسکتی تھی جو آہستہ آہستہ مسلمانوں کے خیالات میں اور ان کی ذہنیت میں تبدیلی پیدا کر دیتیں، مگر امر واقع یہ ہے کہ یہ اصلاحات محض ایک بلند تر غرض کو حاصل کرنے کا ذریعہ تھیں۔ اور یہ بلند تر غرض **تبلیغ اسلام یا جہاد بالقرآن** تھی۔ اب کوئی جہاد کامیاب نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ ایک باقاعدہ جماعت نہ ہو جس کے افراد ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار نہ ہوں۔ اور خطرناک سے خطرناک

مشکلات کے وقت ثابت قدم نہ رہیں۔ اس کے لئے بیعت یا حلف وفاداری کی ضرورت تھی۔ جس طرح جہاد بالسیف ایک وفادار فوج کو چاہتا ہے اسی طرح جہاد بالقرآن بھی ایک وفادار جماعت کو چاہتا ہے۔ جس طرح جہاد بالسیف میں حلف وفاداری کی ضرورت ہے۔ اسی طرح جہاد بالقرآن میں حلف وفاداری کی ضرورت ہے۔ یہی وہ بیعت ہے جو اس جماعت میں شمولیت کے لئے اکثر لوگوں کے لئے روک کا موجب ہے مگر اس کے بغیر جماعت میں وہ وفاداری پیدا نہیں ہو سکتی تھی جس کی ضرورت ایک جہاد کے لئے ہے۔ خود نبی کریم صلعم نے اپنی زندگی میں کئی نازک موقعوں پر اپنے اصحابؓ سے بیعت لی۔ مثلاً وہ بیعت جو انصار مدینہ سے لی گئی کہ وہ لوگ آپؐ کی حفاظت کے لئے اسی طرح مال اور جان دیں گے جس طرح اپنی اولاد اور اپنی قوم کی حفاظت کے لئے، یا وہ بیعت جو صلح حدیبیہ کے موقع پر لی گئی جو بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے۔ جس کا نتیجہ یوں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بیعت کی وجہ سے مسلمانوں کے دلوں میں سکینت نازل کی یعنی ان کے دل مضبوط ہو گئے۔ اور دشمن کی کثرت کی وجہ سے کوئی گھبراہٹ ان کے دلوں میں پیدا نہ ہوئی۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب کو ایک جماعت بنا کر اس سے بیعت یا حلف وفاداری لینے کی ضرورت پیش آئی۔ انسان جب ایک کام کے لئے اقرار کر لیتا ہے تو یہ اس کی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ بڑی سے بڑی مشکلات کے سامنے گھبراتا نہیں۔ اقرار انسان کے اندر ایک عزم پیدا کرتا ہے اور انسان کا عزم وہ طاقت ہے کہ جس کے سامنے پہاڑ بھی کھڑے نہیں رہ سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ گو احمدیت کا مقابلہ ایک ہی وقت میں اسلام کے بہت سے اعداء سے تھا۔ بلکہ خود مسلمانوں نے بھی اس کی پورے زور سے مخالفت کی مگر اس کا قدم آگے ہی بڑھتا چلا گیا۔ اور وہ اقرار جو اس بیعت میں لیا جاتا ہے۔ بالکل اس غرض کے مطابق ہے جو اس جہاد میں مد نظر ہے "میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا" یعنی اپنے مال و جان کی پرواہ نہ کرتا ہوا دین کے لئے ہر ایک خدمت بجا لانے اور ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار رہوں گا۔ پس ایک جماعت بنانا اور اس جماعت سے حلف وفاداری یا بیعت لینا اسی جہاد بالقرآن کی سب سے بڑی ضرورت تھی جس کو احمدیت نے دنیا میں قائم کیا۔ یہ اُمت مسلمہ کا بھولا ہوا سبق تھا جسے احمدیت نے تازہ کیا۔ اسی جہاد بالقرآن میں مسلمان قوم کی زندگی اور طاقت کا مژدہ ہے۔

**مسلمانوں کی طرف سے مخالفت:** جن اصلاحی امور کا اوپر ذکر ہوا اور جو احمدیت کا بنیادی عنصر ہیں۔ ان کے بغیر تبلیغ اسلام کی کوشش ایک ناکام اور ادھوری کوشش ہوتی ہے۔ احمدیت نے جب تبلیغ اسلام کا بیڑہ اٹھایا تو سب سے پہلی یہ ضرورت سمجھی کہ اسلام کے چہرہ پر جس قدر بدنما داغ اور دھبے ہیں جن کے لگانے والے مسلم ہوں خواہ غیر مسلم۔

ان کو دور کر کے اسلام کی اصلی سادہ اور دلکش تصویر دنیا میں پیش کی جائے مگر ظاہر ہے کہ جو تحریک اصلاحی امور کو لے کر اُٹھے گی۔ اس کو مخالفت کا سامنا بھی ہوگا۔ گرچہ اسلام میں گو وقتاً فوقتاً اصلاحی تحریکات جنم لیتی رہی ہیں اور اپنے اپنے زمانہ میں ان کی مخالفت بھی ہوتی رہی مگر اس کا مطمح نظر نسبتاً محدود صرف مسلمانوں سے تقلید اور اس کے لازمی نتیجہ جمود کا دور کرنا تھا اور اس کے ساتھ چند معمولی فقہی مسائل بھی تھے بالآخر انہی فقہی مسائل پر اس تحریک کا زیادہ زور صرف ہو گیا بلکہ اس تحریک کی ساری قوت کو آمین اور رفع یدین کے نہایت ہی غیر ضروری مسائل نے کھینچ لیا۔

احمدیت نے اگر تبلیغ اسلام کے لئے چند اہم اصلاحی امور کو اپنے سامنے رکھا تو اس کے ساتھ ہی ایک طرف فقہی مسائل میں الجھنے سے اعراض کیا اور دوسری طرف تبلیغ اسلام کے کام کو عملی رنگ میں رنگ کر اس پر اپنی پوری قوت لگا دی اور ہر طرح کے غلط دھبوں سے اسلام کو پاک و صاف کیا۔ جو غیروں نے یا اپنوں نے ناسمجھی سے لگا رکھے تھے اور ہر طرح کے اصلاحی امور کو سر انجام دینے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ ایسے سجادہ نشین اور علماء جن کی مذہبی اجارہ داری کو احمدیت سے نقصان پہنچتا تھا یا جن کی پرانی ذہنیت ان پر اس قدر غالب تھی کہ اصلاحی امور کو وہ قبول نہ کر سکتے تھے انہوں نے احمدیت کے خلاف ہر قسم کی غلط بیانیاں کر کے یا غلط فہمیوں میں مبتلا ہو کر پورے زور سے اس کی مخالفت کی۔ اور لوگوں کو اس سے متنفر کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ اصل کام کو دیکھنے کے بجائے اور اس بات پر غور کرنے کے بجائے کہ احمدیت کے وجود سے اسلام کو نفع پہنچ رہا ہے یا نقصان اپنا سارا زور چھوٹی چھوٹی نکتہ چینیوں اور اعتراضات پر صرف کر دیا اور وہی ہتھیار استعمال کئے جو غیر مسلم اسلام سے تنفر پیدا کرنے کے لئے کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر لوگوں نے غلط خیالات سے متاثر ہو کر احمدیت کو ایک ہوا سمجھ لیا، اور اس کے خلاف طرح طرح کے اعتراضات دل میں بٹھا لئے اور اس عظیم الشان کام کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھا جو احمدیت کر رہی تھی اور صرف یہی نہیں کہ لوگوں کو اس جماعت میں شامل ہونے سے روکا بلکہ خدمت اسلام کے اس کام میں بھی ہر طرح سے روڑے اٹکانے کی کوشش کی جو احمدی کر رہے تھے حالانکہ وہ کام یقیناً اسلام کے نفع کا تھا۔ یہ تعصب کی انتہا ہے۔ مگر مسلمانوں کی مخالفت کے باوجود احمدیت کا تبلیغ اسلام کا کام غیر مسلم دنیا میں ہنوز جاری ہے اور سینکڑوں کی تعداد میں غیر مسلم قبول اسلام کر رہے ہیں۔ (ماخوذ تحریک احمدیت)

□□□

# حضرت نبی کریم صلعم کے آداب ملاقات

مسلمانوں میں آج بہت کم لوگ ہیں جو اس بات کا علم رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے اخلاق حسنہ کیسے تھے آپ کا دوستوں سے ملنے جلنے، بات چیت کرنے کا طریق کیا تھا؟ میں انہیں آداب کے متعلق چند کلمات عرض کرنا چاہتا ہوں تاکہ ہمارے احباب اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

آنحضرت صلعم کا معمول تھا کہ جب کسی سے ملتے ہمیشہ پہلے خود سلام اور مصافحہ کرتے، کسی سے ہاتھ ملاتے تو جب تک وہ خود ہاتھ نہ چھوڑ دے آپؐ اس کا ہاتھ نہ چھوڑتے تھے۔ کوئی شخص اگر جھک کر کوئی بات کان میں کہتا تو آپ اس وقت تک اس کی طرف سے رُخ نہ پھیرتے جب تک وہ خود اپنا منہ نہ ہٹا لے۔ آپ کسی کے گھر پر تشریف لے جاتے تو دروازے کے دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے بالکل سامنے کھڑے نہ ہوتے اور ''السلام علیکم'' کہہ کر اذن طلب کرتے۔ اگر صاحب خانہ اجازت نہ دیتا تو پلٹ آتے، چنانچہ ایک دفعہ حضور صلعم سعد بن عبادہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور باہر کھڑے ہو کر اذن طلبی کے لئے السلام علیکم کہا۔ سعدؓ نے آہستہ سلام کا جواب دیا کہ آنحضرت صلعم نے نہیں سُنا۔ حضرت سعدؓ کے فرزند قیس بن سعد نے کہا کہ آپ رسول اللہ کو اندر آنے کی اجازت کیوں نہیں دیتے۔ حضرت سعدؓ نے کہا چپ رہو رسول اللہ بار بار سلام کریں گے تو ہمارے لئے برکت کا باعث ہوگا۔ آنحضرت صلعم نے دوبارہ السلام علیکم کہا اور سعدؓ نے پھر اس طرح جواب دیا آنحضرتؐ نے پھر تیسری مرتبہ اسی طریقہ سے اذن طلب کیا اور جب کوئی جواب نہ ملا تو آپؐ واپس چل دئے سعدؓ نے جب آپؐ کو جاتے دیکھا تو دوڑ کر گئے اور عرض کی کہ میں آپ کا سلام سُن رہا تھا لیکن آہستہ جواب دیتا تھا کہ آپ بار بار سلام فرمادیں۔ آپ واپس تشریف لے آئے اور ان کے لئے بہت خیر و برکت کی دُعا کی۔

کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو ممتاز مقام پر بیٹھنے سے پرہیز فرماتے ایک بار آپؐ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے مکان پر تشریف لے گئے انہوں نے آپؐ کے بیٹھنے کے لئے چمڑے کا ایک گدّا ڈال دیا لیکن آپؐ زمین پر بیٹھ گئے اور گدّا آنحضرت صلعم اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے درمیان خالی رہا۔ (آجکل کے پیر اور سجادہ نشین اس پر غور کریں) مجلس میں بیٹھتے تو آپ کے زانو کبھی ہم نشینوں سے آگے نکلے ہوئے نہ ہوتے۔

جس طرح آپ خود کسی سے ملنے جاتے تو اجازت مانگتے اسی طرح آپ سے جو شخص ملنے آتا اسے بھی یہی تعلیم تھی کہ سلام کر کے اور اجازت لے کر داخل ہوں ایک دفعہ بنو عامر کا ایک شخص آیا اور دروازہ پر کھڑے ہو کر پکارا کہ اندر آسکتا ہوں۔ آپؐ نے صحابہؓ کو فرمایا کہ جا کر ان کو اجازت طلبی کا طریق سکھادو۔ یعنی پہلے ''سلامٌ علیک'' کرے پھر اجازت مانگے۔

آپؐ مجلس میں کسی کی بات کاٹ کر گفتگو نہ فرماتے۔ جو بات ناپسند ہوتی اس سے تغافل فرماتے اور ٹال جاتے۔ کوئی شخص شکریہ ادا کرتا تو آپؐ شکریہ قبول فرماتے۔ مجلس میں جس قسم کا ذکر چھڑ جاتا آپ اس میں بھی شامل ہوجاتے ہنسی اور مہذب ظرافت میں بھی شریک ہوتے خود بھی کبھی مذاقیہ باتیں فرماتے۔ کسی قبیلے کا کوئی معزز شخص آجاتا تو حسب مرتبہ اس کی تعظیم کرتے اور فرماتے ''اکرموا کریم کل قوم.'' یعنی ہر ایک قوم کے معزز لوگوں کی عزت کیا کرو۔ لیکن اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ ایک شخص تو بیٹھا رہے اور دوسرے سب تعظیماً اس کے لئے کھڑے رہیں کوئی شخص ملنے آتا تو آپ اس سے ضرور پوچھ لیتے کہ اسے کوئی ضرورت اور احتیاج تو نہیں ہے۔ یعنی اگر ہو تو اس کی امداد کی جائے۔ صحابہؓ سے یہ بھی فرمایا کرتے کہ جو لوگ اپنے مطالب مجھ تک نہیں پہنچا سکتے مجھ کو ان کے حالات اور ضروریات کی خبر دو۔

لیکن آپ بلاوجہ سوال کرنے کو اچھی نگاہ سے نہ دیکھتے تھے یہاں تک فرمایا کہ سوال نہ کرو اگرچہ اپنے باپ ہی سے کیوں نہ ہو۔ ایک دفعہ حکیم بن خرام صحابی نے آپؐ سے کچھ مانگا۔ آپؐ نے خلوت میں انہیں جو مانگا تھا دیا لیکن ساتھ ہی ایک نصیحت کی کہ جو ہاتھ اوپر ہوتا ہے (یعنی دینے والا) وہ اس ہاتھ سے بہتر ہے جو نیچے ہے (یعنی لینے والا) اس نصیحت کا حضرت حکیم بن خرامؓ پر ایسا اثر ہوا کہ تمام عمر کسی سے سوال نہیں کیا۔

جب کوئی شخص ملنے آتا تو آپ اس کے ساتھ نہایت حسنِ سلوک سے پیش آتے مسجد نبوی میں جگہ بہت کم تھی جو لوگ پہلے سے آکر بیٹھ جاتے تھے ان کے بعد جگہ باقی نہیں رہتی تھی۔ ایسے موقعہ پر اگر کوئی آجاتا تو ردائے مبارک بچھادیتے تھے۔ ایک دفعہ مقام مجرانہ میں آنحضرت صلعم تشریف فرما تھے اور اپنے ہاتھ سے لوگوں کو گوشت تقسیم فرمارہے تھے کہ اتنے میں ایک عورت آئی۔ اور آپؐ کے پاس چلی گئی۔ آنحضرت صلعم نے دیکھا تو اس کی نہایت تعظیم کی۔ اپنی چادر مبارک اس کے لئے بچھادی۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے دریافت کیا کہ یہ عورت کون ہے تو لوگوں نے کہا کہ یہ حضورؐ کی رضاعی ماں تھی۔ اسی طرح ایک دفعہ کا اور ذکر ہے کہ آنحضرت صلعم تشریف فرما تھے کہ آپؐ کے رضاعی والد آئے آپ نے ان کے لئے چادر کا ایک گوشہ بچھادیا پھر رضاعی ماں آئیں آپؐ نے دوسرا گوشہ بچھادیا۔ آخر میں رضاعی بھائی آئے تو اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھالیا۔ ☆☆

(ماخوذ پیغام صلح جلد ۷۱ شمارہ ۱۷)

# خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

## کی سیرتِ طیبیہ کی ایک جھلک

یہ وہ پیارا نام ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو (سورۃ الفتح۔ میں) پکارا ہے۔ اور یہی وہ نام ہے جس سے حضورؐ کی صفاتِ کاملہ اور دوسرے رسولوں پر فضیلت کا پتہ ملتا ہے۔ محمد کے معنی ہیں وہ انسان جو ہر رنگ میں تعریف کے قابل ہو یا تعریف کیا گیا ہو۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے کسی انسان یا نبی کی اس قدر تعریف نہیں کی ہے جتنی کہ حضورؐ کی تعریف بیان کی ہے۔ قرآن شریف میں کہیں آپ کو "انسان کامل" (یٰسین) کہا گیا ہے کہیں "محبوب الٰہی" (قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ) کہیں ساری نسلِ انسانی کے لئے بہترین نمونہ (لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اُسوۃٌ حسنہ") کہیں آپ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت بتایا گیا ہے۔ (من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ) اور سارے قرآن مجید میں اللہ نے رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا ہے (اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول) بار بار آتا ہے اور معراج النبی کے متعلق ساری آیاتِ قرآنی میں حضورؐ کے بلند ترین اخلاقی و روحانی کمالات کا ذکر ہے۔

### معراج النبیؐ

خود معراج حضورؐ کے اخلاقی اور روحانی عروج کا بیّن ثبوت ہے۔ کسی نبی کو یہ فخر اور عزت نصیب نہیں ہوئی کہ اس زندگی میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور حاضری کا شرف نصیب ہوا ہو؟ صرف معراج میں آپ کو دکھایا گیا کہ آپؐ کا بارگاہِ خداوندی میں کیا ارفع و اعلیٰ مقام ہے اور کتنے مقرب ترین رسول اور نبی ہونے کا مرتبہ حاصل ہے۔

شبِ معراج عروج تر گذشت ازافلاک
بمقامے کہ رسیدی نہ رسد، ہیچ نبی

لولاک لما خلقت الافلاک میں بھی مقام و منصب کے بلند تر ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ یعنے اگر حضورؐ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ سات آسمانوں کو پیدا نہ کرتا نیز حضورؐ کے لئے قرآن مجید میں آیا ہے کہ "انّ اللّٰہ و ملئکتہ یصلون علی النبی یآیھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما" "بیشک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم بھی اُس پر سلام اور درود بھیجو" تو اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کا درود بھیجنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ صلوٰۃ جس کے معنی حضرت ابنِ عباسؓ جیسے بلند پایہ مفسّر قرآن نے اللہ تعالیٰ کی روحانی نعمتوں کا نازل ہونا بیان کیا ہے یعنی روحانی نعمتیں حضورؐ پر نازل ہوتی رہیں گی اور کسی کو کہاں نصیب ہوں گی۔ اور سلام بھیجنے میں یہ بات مضمر ہے کہ اب جب کہ حضورؐ اپنے رفیقِ اعلیٰ کے پاس ہیں تو حضورؐ کو تو کسی ذاتی سلامتی کی حاجت نہیں اس لئے جس سلامتی کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ اور تمام ملائکہ اور تمام اہلِ اسلام دُعا کرتے ہیں وہ آنحضرت صلعم کے مشن کی یعنے اسلام اور مسلمانوں کو سلامتی کی دُعا ہے کہ اُن کا سلامت تا قیامت رہنا حضورؐ کی کامیابی کا زندہ ثبوت ہمیشہ کے لئے ہے۔

### انقلابِ عظیم

حضورؐ کی صفات، خوبیوں اور مقامات عالیہ کے وجوہات کیا ہیں؟ اُن کو جاننا ضروری ہے۔ تا کہ کوئی معاندِ اسلام یہ طعنہ نہ دے سکیں کہ مسلمان تو محض حضورؐ کی محبت کی وجہ سے مبالغہ آمیزی سے کام لیتے ہیں۔ آیئے اِسی زاویہ نگاہ سے اس خیر البشرؐ کے کارہائے نمایاں کا تجزیہ کرتے چلیں۔ دنیا میں سب سے مشکل کام انسانوں کی اصلاح کا ہے۔ اس معاملہ میں حضرت موسےٰؑ جیسے عظیم الشان نبی کی قوم نے کس طرح اُن کا دِل بار بار توڑا۔ حضرت عیسیٰؑ جو حضرت موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل کے سب سے بڑے (اور آخری) نبی تھے وہ ساری عمر اپنی قوم سے نالاں رہے اور بالآخر اُنہی کے ہاتھوں سے صلیب پر لٹکائے۔ رسول اللہ صلعم کو جو قوم اصلاح کے لئے دی گئی (یعنی ایامِ جاہلیت کے عرب) وہ بدترین خلائق تھے۔ ان کا کچھ نقشہ مولانا الطاف حسین مرحوم ومغفور نے اپنے مشہور زمانہ "مسدّس حالی" میں کھینچا ہے۔ اُن کے علاوہ دوسرے مؤرخین (مسلمان ہوں یا غیر مسلم) سب نے یک زبان ہو کر اقرار کیا ہے کہ ایام جاہلیت کے عرب نا قابل اصلاح تھے۔ اور سب نے یک زبان ہو کر یہی کہا ہے کہ جو انقلاب عظیم رسول اللہ صلعم نے ۲۰ سال کی قلیل مدّت میں اُن میں پیدا کر دکھایا وہ حیرت انگیز معجزہ سے کم نہ

تھا۔ وہ قوم جو انسانیت کے مقام سے گر کر حیوانیت کے بدترین مقام پہ جا پڑی تھی، اور صدیوں کی حیوانیت نے ان کو بالکل نا قابل اصلاح بنادیا تھا، وہ قوم جس کو یہودی اور عیسائی مشنریوں نے اُٹھانے کی کوشش کی مگر کوئی کامیابی نصیب نہیں ہوئی، اس قوم کو سرورِ کائنات صلعم نے باوجود انتہائی مخالفت اور سرکشی کے صرف دو دہائیوں میں نہ صرف حیوانیت سے اُٹھا کر انسانیت کے مقام پر لا کھڑا کیا بلکہ کائنات کے لئے نمونہ تقلید بنادیا۔

## غیر مسلموں کی گواہی

قبل اس سے کہ میں قرآن حکیم کی شہادت پیش کروں بہتر ہوگا کہ غیر مسلم مؤرخین اور مستشرقین کی شہادت کا حوالہ دوں۔ اہلِ مغرب کی سب سے مستند کتاب مشہور عالم ''انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا'' ہے۔ اُس میں قرآن کے عنوان سے جو مضمون ایک غیر مسلم عالم نے لکھا ہے اُس میں اعتراف بدیں الفاظ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا میں جنہوں نے انسانوں کی اصلاح کی کوشش کی، اُن میں سے سب سے زیادہ کامیاب محمد (صلعم) تھے۔ اسی طرح مشہور عالم ادیب برنارڈ شا نے لکھا ہے کہ اگر محمد (صلعم) کو دنیا کا ڈکٹیٹر بنادیا جائے تو دنیا کی اصلاح ضرور ہوسکتی ہے۔ حال ہی میں ایک کتاب امریکہ کے ایک عیسائی مصنف نے دنیا کے ''عظیم ترین انسان'' (The Great 100) کے نام سے لکھی ہے۔ اُس میں تمام دنیا کا عظیم ترین انسان حضور محمد مصطفیٰ احمد مجتبےٰ ﷺ کو بتایا گیا ہے (مصنف کے اپنے مذہب کے بانی حضرت عیسیٰؑ کو چوتھے نمبر پر رکھا گیا ہے) اور وجہ یہ بتائی ہے کہ اور نبیوں اور مصلحین نے تو صرف اخلاقی، اور روحانی اصلاح کی کوشش کی تھی، مگر آنحضرت صلعم نے ان کامیاب اصلاحات کے علاوہ اپنی قوم کا دنیاوی اور ساجی سدھار بھی بڑی کامیابی سے کر دکھایا۔ غرض آپؐ نے انسانیت کے ہر پہلو کو سنوار دیا۔ حضور غریب تھے، یتیم تھے، اکیلے تھے اور حضورؐ کے پاس نہ حکومت تھی، نہ دولت تھی اور نہ کوئی ساز و سامان تھا۔ اور جس چیز کی طرف حضورؐ بلاتے تھے اُس میں کوئی دنیاوی کشش نہ تھی۔ تو ایسا پیغام دنیا کے متوالوں کے لئے قابل قبول بالکل نہ تھا۔ پھر انسان اپنے آباء واجداد کے مذہب پر ہی اڑا رہنے پر مُصر ہوتا ہے۔ تبھی تو تمام مذاہب خواہ کتنے ہی باطل کیوں نہ ہوں نسل در نسل چلے آرہے ہیں۔ ہندو، ہندو اس لئے ہے کہ وہ ہندوؤں کے گھر میں پیدا ہوا اور عیسائی، عیسائیت میں جنم لینے کی وجہ سے عیسائی ہیں۔ علیٰ ھذا القیاس تمام مذاہب کے پیرو کار اپنے اپنے مذہب کو تو سچا سمجھتے ہیں اور دوسروں کو جھوٹا۔ اور ایام جاہلیت کے عرب تو سخت ضدی اور اکھڑ لوگ تھے۔ تکبّر اُن میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ وہ مرنے مارنے کو ہر وقت تیار تھے بلکہ اُس پہ فخر کرتے تھے۔ ایسی مغرور اور متکبّر قوم کو یہ کہنا کہ اپنے ماضی پر لات مار کر اسی کے غلط ہونے کا اقرار کرتے ہوئے ایک اجنبی مذہب کو قبول کرو جس کے اعتقادات ساری دنیا سے الگ تھے، جس میں ہر مذہب کی تنگ نظری کی بجائے وسعت قلبی کی انتہا تھی، جس کی عبادت و ریاضت (مثلاً پنجوقتہ نماز اور روزے اور مالی قربانیاں) لوگوں کے لئے سخت دوبھر تھیں، کہاں قابل قبول ہوسکتا تھا۔ اِن نا مساعد حالات میں حضورؐ کی بے مثال کامیابی کی وجوہات میں سے چند یہ تھیں۔

**(الف)** حضورؐ کی حیرت انگیز قوتِ قُدسی جو آپؐ کی ساری عمر کی عبادت و ریاضت کے بعد اللہ تعالیٰ کی جانب سے بطور اجر آپ کو عطا ہوئی۔

**(ب)** حضورؐ کی نسلِ انسانی کی ہدایت کے لئے گریہ وزاری جو اس قدر تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سے زیادہ دفعہ فرمایا کہ **لعلک باخع نفسک الا یکو نوا مؤمنین○** (سورۃ الشعراء) ''کیا تو اپنے آپ کو اس غم میں ہلاک کرلے گا کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔'' اُسی ہمدردیٔ نسلِ انسانی کی وجہ سے آپ کو تمام نسلِ انسانی کی طرف رسول بنایا گیا جیسا کہ قرآن شریف فرماتا ہے **قُل یاَیھا النّاس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً** (کہدے کہ اے نسلِ انسانی میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں)۔

**(ج)** جس شان کا نبی ہو اُسی شان کی اُس کو کتاب ملتی ہے۔ قرآن کریم حضورؐ کا سب سے بڑا معجزہ تھا۔ قرآن کریم ہی سب سے مؤثر ہتھیار تھا جس سے حضورؐ نے باطل کا مقابلہ کیا۔ اس کے ثبوت میں لاتعداد قرآنی آیات ہیں۔ ایک موقع پر ارشاد فرمایا گیا۔ **وَجاھد ھم بہ جھاداً کبیرا** اور اس قرآن سے اُن کے خلاف جہاد کر جو جہادِ کبیر ہے۔

**(د)** حضورؐ کا خلقِ عظیم جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے **انک لعلیٰ خلق عظیم** آپ کے اخلاق بہت بلند تھے یہ وہ صفات تھیں جو بد سے بدترین دشمن کے دل کو فتح کر لیتی ہیں۔ حضورؐ خلقِ عظیم کے مالک تھے تو اُس کی وجہ یہ تھی کہ حضورؐ قرآن کریم کے تمام احکامات پر عمل پیرا تھے جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے حضورؐ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد چند نوجوانوں کے سوال کرنے پر فرمایا **کان خلقه القرآن** اور حضورؐ نے قرآن پاک کے تمام احکامات پر عمل کرکے دکھا دیا اور بتا گیا کہ

قرآن کے تمام احکام قابل عمل ہیں۔ الغرض رسول اللہ صلعم کے محاسن کے بارے میں کسی شاعر نے سچ کہا ہے۔

دامانِ نگاہ تنگ و گُل حسنِ تو بسیار
گلچینِ جمال توزِ داماں گلہ دارد

اخلاقِ عالیہ کے علاوہ رسول اللہ صلعم کے سیرت کے اور پہلو اس قدر ہیں کہ اُن سب کا احاطہ اس مختصر سے مضمون میں کرنا ناممکن ہے۔ اُن میں سے ایک پہلو کا ذکر کرتا ہوں وہ یہ کہ حضورؐ اُمّی تھے۔ دنیا میں اَن پڑھ لوگ بہتیرے ہیں مگر وہ پڑھے لکھے لوگوں میں رہنے سہنے سے بہت کچھ سیکھ جاتے ہیں۔ خصوصاً حکمت اور عقل مندی کی باتیں۔ یہاں یہ حال تھا کہ نہ صرف حضورؐ اُمّی تھے، بلکہ تقریباً تمام سوسائٹی اُمیّوں کی تھی اور اُمّی ہونے پر وہ فخر کرتے تھے۔ خود قرآن نے اس بات کا ذکر فرمایا ہے۔ سورۃ جمعہ میں کہ **ھوالذی بعث فی الامّیین رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیٰتہ ویزکّیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ**o ''وہی (تو اللہ) ہے جس نے اُمیّوں کے اندر اُنہی میں سے ایک رسول بھیجا جو اُن پر اللہ کی آیات پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ کیا دنیا میں کسی اور اُمّی نے یہ کچھ کر دکھایا ہے! قرآن حکیم کی شہادت کافی تھی مگر سونے پہ سہاگا احادیث نبویؐ ہیں جو علم وحکمت اور معرفت کے سمندر اپنے اندر رکھتی ہیں۔

حضرت مجدد زماں حضرت مرزا صاحب اسے یوں ادا فرماتے ہیں۔

اُمّی و درعلم و حکمت بے نظیر
زیں چہ باشد حجتے روشن تیرے

## خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ نے روزِ ازل سے ہی اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے ہر ملک اور ہر قوم میں نبی بھیجا جیسا کہ قرآن کریم کی متعدد آیات سے ثابت ہے مثلاً **ولکلّ امّۃٍ رسول اور لکلّ قوم ھاد اور وان من اُمّۃ الاّ خلا فیھا نذیر**۔ مگر چونکہ نسلِ انسانی دُور دُور کے ملکوں میں بکھری پڑی تھی اور اُن کا آپس میں ملنا جلنا شاذ ہی ہوتا تھا اس لئے لازماً ہر نبی صرف اپنی قوم کی ہدایت کے لئے آتا تھا۔ ہر نبی کی تعلیم اُس کی قوم کے حسبِ حال ہوتی تھی۔ ان دنوں لکھنا پڑھنا صرف چند لوگوں کو آتا تھا۔ اور عام طور پر زبانی روایات سے کام لیا جاتا تھا۔ اس لئے ان تمام قومی انبیاء علیہم السلام کی الہامی کتابیں لکھی نہ جاتی تھیں زبانی روایات سے لوگوں میں پھیلتی تھیں۔ صدیوں بعد بعض کتب الہامی بعض زبانی روایات کو جمع کر کے بنائی گئیں اور وہ زیادہ تر مذہبی پیشواؤں کے قبضہ میں رہتی تھیں وہ جو چاہتے اس میں ردّ وبدل کرتے رہے۔ ایک زمانہ تک زبانی روایتوں سے پھیلنے کے سبب لازماً ان میں انسانی حافظے کی بھول چوک اور انسانی ہاتھوں سے تحریفات ہوگئیں جن سے اُن کی اصل تعلیم ضائع ہوگئی۔ اس خرابی کے باوجود بھی ہر مذہب کے پیروؤں نے یہ کہلوایا کہ صرف ان کا دین سچا ہے، صرف اُن کی الہامی کتاب صحیح ہے اور صرف ان کا رسول برحق تھا۔ اور باقی سب دین، الہامی کتابیں اور رسول نعوذ باللہ، نعوذ باللہ جھوٹے تھے۔ اس سے لازماً مذہبی مخالفتیں، جھگڑے بلکہ مذہبی جنگیں ہوتی رہیں۔ مگر اُن میں حق اور باطل کا فیصلہ کبھی نہ ہوسکا۔ مذہب کا نام بدنام ہوتا گیا پس حکمتِ الٰہی نے فیصلہ کیا کہ نسلِ انسانی کو ایک نبیؐ کے جھنڈے تلے اور ایک کتاب پر جمع کیا جائے کیونکہ نسلِ انسانی اب ارتقاء کے اس مرحلے پر آگئی تھی کہ اُسے مکمل اخلاقی اور روحانی تعلیم دی جاسکے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور اپنی مکمل کتاب آپؐ پر نازل فرمائی جیسا کہ الٰہی فرمان **الیوم اکملت لکم دینکم وَ اتممت علیکم نعمتی وَ رضیت لکم الاسلام دینا** سے ظاہر ہے اور حضور کو خاتم النبیّین یعنی آخری نبی بنایا تا کہ کوئی اور نبی آس کر وحدتِ نسلِ انسانی میں رخنہ نہ ڈالے۔

حضرت امام الزماں مرزا غلام احمد صاحب نے آپؐ کی اس شان کا یوں بیان کیا ہے۔

ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختمِ ہر پیغمبرے
ہست او خیرالرسل خیر الانام
ہر نبوت رابرو شد اختتام

یعنی حضورؐ سرورِ کائنات کی پاک ذات میں کمالِ انسانی اپنی انتہائی کو پہنچ کر ختم ہوگیا، اس لئے اب کسی اور نبی کو لا کر کمال انسانی کو پورا کرنے کی ضرورت نہیں رہی تھی اس لئے ہر قسم کی نبوّت حضورؐ پر ختم ہوگئی۔

رسول اللہ صلعم اور صحابہؓ نے جو جان و مال کی قربانیاں دیں، حق کی خاطر تکالیف جھیلیں اور دُکھ اُٹھائے، ساری قوم کی کایا پلٹ دینے کا بے نظیر مظاہرہ کیا اُس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اُن عظیم ہستیوں کے کارناموں کی جتنی تعریف کی جائے وہ کم ہے۔

☆☆☆

# حدیث نبوی "ویفیض المال حتی لا یقبله احد" کی تشریح

## حضرت امام الزمان مرزا غلام احمد کی زبانی

**مولوی احمد گل صاحب فاضل دیوبند، لاہور**

بدقسمتی سے مسلمانوں نے جہاں شریعت کے اور بہت سے اسرار کو نہیں سمجھا وہیں اُنہوں نے حدیث مسیحی کا سطحی مفہوم لے کر یہ سمجھ لیا ہے کہ مسیح موعود آتے ہی قارون کے خزانے لٹانے شروع کر دے گا۔ روپے اور سونا چاندی اس کثرت سے لوگوں میں تقسیم کرے گا کہ وہ لیتے لیتے تھک جائیں گے اور انہیں مال و دولت کے رکھنے کی کوئی جگہ نہ ملے گی۔ بالآخر وہ تنگ آ کر وہ اموال کو لینے سے بھی انکار کر دیں گے اور کہیں گے کہ ہمیں مزید ضرورت نہیں۔

مسلمانوں کا یہ خیال کہاں تک صحیح ہے؟ اسے ہمیں اس رنگ میں دیکھنا ہے کہ دنیا میں آج تک کوئی نبی یا مامور من اللہ ایسا بھی آیا ہے جس نے آتے ہی تھیلیوں کے منہ کھول دئے ہوں اور لوگوں کی جھولیاں بھر دی ہو؟ اور اُنہیں مال و دولت دے کر بے نیاز کر دیا ہو؟ بلکہ اس کے برعکس ہم یہ دیکھتے ہیں کہ خدا تعالٰے کے فرستادے، غربت، بے کسی اور بے بسی کی حالت میں آتے ہیں۔ لوگوں کو روپیہ دینے کے بجائے اُن سے دینی ضروریات کے لئے چندوں اور عطیات کی صورت میں مالی قربانی کی اپیل کرتے ہیں۔ جس پر ناسمجھ لوگ یوں معترض ہوتے ہیں ید اللہ مغلولہ (نعوذ باللہ) خدا تنگ دست ہو گیا ہے مگر یہ عجیب مسیح ہوگا کہ آتے ہی تمام انبیاء کی سُنت کے خلاف لوگوں کے گھروں کو مال وزر سے بھرنا شروع کر دے گا۔ گویا اس کی بعثت کا مقصد یہی متاع قلیل ہوگا۔ حالانکہ انبیاء و اولیاء کے ہاں دُنیا کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ وہ زر و مال کے بجائے روحانی نعماء سے لوگوں کے گھر اور ان کے دامن بھرا کرتے ہیں۔

بہر حال حدیث مسیح موعود ایک عرصہ تک لوگوں کے لئے ایک معمہ بنی رہی ہے۔ ان میں سے کچھ لوگ ظاہری الفاظ اور مفہوم کو ناقابل قبول سمجھ کر حدیث کا سرے سے انکار کر بیٹھے اور ان کا ایک کثیر حصّہ اس انتظار میں پُر امید ہے کہ ایک نہ ایک دن مسیح آ کر مال و دولت کی فراوانی کر دے گا۔ مگر انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ جس مسیح کو آنا تھا، وہ بے شک آ گیا اور ربّ العٰلمین نے اس کی صداقت کو نصف النہار کی طرح ظاہر کر دیا اور اسی نے آتے ہی روحانی جواہر بکھیرنے شروع کر دئے اور اس کثرت سے بکھیرے کہ مومنوں کا دامنِ مراد گوہروں سے بھر گیا۔ مگر جو اس کے مخالف تھے، انہوں نے حسب عادت لینے سے انکار کر دیا جیسا کہ حدیث میں خبر دی گئی تھی۔

''مسیح موعود مال لٹائے گا اور لوگ اسے قبول نہیں کریں گے۔'' وہ مسیح موعود کون ہے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی جنہوں نے حقائق و معارف کے انبار دنیا کے سامنے پیش کئے اور بآواز بلند اعلان فرمایا۔

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے اُمیدوار

اس اعلان کے بعد خوش قسمت لوگوں نے ان جواہر و خزائن سے یقیناً فائدہ اُٹھایا مگر بد بخت اور خفتہ دل لوگ انہیں حاصل کرنے میں قاصر رہے اور منہ موڑ کر بیٹھ گئے۔

اس وضاحت کے بعد بھی اگر اہل علم حضرات اس حدیث کے ظاہری معنی لینے پر بضد ہوں تو مسیح محمدی نے اس صورت میں بھی ان کی تسلی کر دی ہے۔ آپ نے یفیض المال کے ماتحت لوگوں کے سامنے اپنے اموال پیش کئے اور مذہب و ملّت کے ماننے والوں کو بہتیرے انعامی اشتہارات کے چیلنج دئے مگر لا یقبلہ احد کے مطابق کوئی شخص بھی انہیں قبول کر کے انعامات لینے کے لئے تیار نہ ہوا۔ ایسے چیلنج اگرچہ بہت ہیں مگر بطور نمونہ ان میں سے صرف چند یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ مخالفین اسلام کو دس ہزار روپے کا انعام۔ (براہین احمدیہ حصّہ اوّل، صفحہ نمبر ۱ تا ۱۲)

۲۔ عربی زبان کے ام الالسنہ ہونے پر پانچ ہزار روپے کا انعام۔ (ٹائٹل پیج، ضیاء الحق)

۳۔ ویدوں سے پرمیشور کا وجود ثابت کرنے پر دس ہزار روپے کا انعام۔

(چشمۂ معرفت صفحہ نمبر ۱۲۸)

۴۔ ابطال تناسخ کے دلائل توڑنے پر پانچ سو روپے کا انعام۔ (اعلان متعلقہ مضمون ابطال تناسخ)

۵۔ توحید کے دلائل پر ایک ہزار روپیہ کا انعام۔ (چشمۂ معرفت صفحہ نمبر ۱۳۵)

۶۔ کیا رُوح کی تعداد کا پرمیشور کو علم نہیں؟ پانچ سو روپیہ کا انعام۔ (اشتہار باوا صاحب کی شرائط مطلوبہ سفیر ہند کا ایفاء)

۷۔ عیسائیوں کو ایک ہزار روپیہ کا انعام۔ (اشتہار ۲۴؍مئی ۱۸۸۸ء)

۸۔ مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اگر اسلام کے تمام فرقوں کی حدیث کی کتابیں تلاش کرو تو صحیح حدیث بھی ایسی نہ پاؤ گے جس میں یہ لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے تھے اور پھر کسی زمانہ میں زمین کی طرف واپس آئیں گے۔ اگر کوئی ایسی حدیث پیش کریں تو ہم ایسے شخص کو بیس ہزار روپے تک تاوان دے سکتے ہیں اور توبہ کرنا اور تمام اپنی کتابوں کو جلا دینا اس کے علاوہ ہوگا۔ جس طرح چاہیں کرلیں۔"

(کتاب البریہ ۱۶۳)

اس صورت میں پیشگوئی یفیض المال کے الفاظ اپنے ظاہری اور باطنی دونوں معنوں کے لحاظ سے آپ پر صادق آتے ہیں اور اپنے مسیح موعود ہونے کے دعویٰ پر آپ خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر فرماتے ہیں:۔

"میں اس خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں وہی موعود ہوں جس کی رسول ﷺ نے احادیث صحیحہ میں ہمیں خبر دی ہے جو بخاری اور مسلم اور دوسری صحاح میں ......... درج ہیں۔ وکفیٰ باللہ شہیدا!" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ۔۱۱۳)

ہمارے معاندین کو اَب بھی اگر یہ توجیہ قابل قبول نہ ہو (جو قسط ۳ کے آخر میں دی گئی ہے) تو ان کی تسلّی کے لئے ہم ایک تیسری صورت بھی پیش کرتے ہیں، جس پر انہیں پیشگوئی کے پورا ہونے پر اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔ جبکہ یہ صورت ان کے اصول، النصوص تحمل علیٰ ظاھرھا کے عین مطابق ہے اور وہ یہ ہے کہ

شارحین احادیث اور مترجمین نے جہاں یفیض المال کے جملہ میں حضرت مسیحؑ کو فاعل اور مال کو مفعول بہ قرار دے کر اسے باب افعال سے تسلیم کیا ہے اور معنی یوں کئے ہیں کہ "مسیح مال بانٹیں گے، یا اُسے تقسیم کریں گے۔ وہاں ان کے بعض حضرات نے اسے ثلاثی مجرد سے لیا ہے، جس کے معنے بڑھنے اور بہنے کے ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری مترجمہ مولانا وحید الزمان صاحب، باب نزول عیسیٰ میں عبارت مع اعراب اس طرح درج ہے:۔

**وَ يَفِيضُ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلُهُ اَحَدٌ**

یہاں **یفیض المال** بفتح یا اس بات پر دلیل ہے کہ یہ صیغہ باب افعال سے نہیں بلکہ ثلاثی مجرد میں سے ہے، جس کی ماضی فاض ہے اور جس کے معنے بڑھنے اور پھیلنے کے ہیں۔ چنانچہ مولانا موصوف نے یفیض المال کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ "اس وقت روپیہ پھیل پڑے گا" اس کی توثیق بخاری مجتبائی جلد اوّل مصححہ ومحشی مولانا احمد علی مرحوم سے بھی ہوتی ہے جہاں یفیض المال کی عبارت مع اعراب درج ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یفیض کا تعلق ثلاثی مجرد سے ہے نہ باب افعال سے۔ اسی کتاب کے حاشیہ پر یفیض کے معنی یکثر المال کے بھی لکھے ہیں۔ یعنی اس وقت مال بڑھ جائے گا۔

اس سے صاف ظاہر ہے مسیح موعود کے زمانے میں مال ومتاع اور دولت کی فراوانی، درہم و دینار اور روپیہ کا پھیلاؤ بہت زیادہ ہو جائے گا۔ بلکہ مشکوٰۃ میں ایک حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، اس سے تو یہ مسئلہ اور بھی صاف ہو جاتا ہے۔ جہاں لکھا ہے یکثر فیکم المال فیفیض یعنی اس زمانے میں پانی کے بہاؤ کی طرح مال و دولت لوگوں میں گردش کرے گی۔ آج اس مادی دور میں اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مسیح موعود کی آمد کے نشانات میں سے یہ نشان کس قدر اپنے حقیقی معنوں میں پورا اُترا۔ اس نشان کے پورا ہونے سے ایک طرف ان احادیث کی صداقت ظاہر ہو جاتی ہے جن میں مسیح موعود اور مہدی معہود کے آنے، یاجوج و ماجوج اور دجّال کے خروج کا ذکر ہے۔ تو دوسری طرف حضرت نبی کریمؐ کی عظمت کا پتہ چلتا ہے کہ آپ نے چودہ سو سال پہلے اپنی کشفی نگاہ سے موجودہ زمانے کی حالت دیکھ کر۔ مال و دولت اور مادی اشیاء کے پھیلاؤ کا کیسا انکشاف کیا تھا۔

اُمّی و در علم و حکمت بے نظیر + زیں چہ باشد حجتے روشن ترے

## نزول مسیح کے متعلق حضرت مرزا صاحب کی ایک پیشگوئی

حضرت مسیح ناصری کی وفات اور مسیح و مہدی کے نزول کی علامات کی توضیح کے بعد آخر میں جناب حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کی ایک پیشگوئی کا ذکر کر دینا مناسب ہے جو آپ نے مسیح ناصری کی وفات اور نزول کے عقیدے پر بیان فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔ (بقیہ صفحہ ۱۳ کالم ۲ پر)

## دُعائے استخارہ

# رفع شک کی آسان صورت

### اے حق کے طالبو! اِن مولویوں کی باتوں سے فتنہ میں مت پڑو۔ اُٹھو اور کچھ مجاہدہ کر کے اس قوی اور قدیر اور علیم اور ہادیٔ مطلق سے مدد چاہو—!

### از سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام

’’اس جگہ یہ بھی بطور تبلیغ کے لکھتا ہوں کہ حق کے طالب جو مواخذہ الٰہی سے ڈرتے ہیں وہ بلا تحقیق اِس زمانہ کے مولویوں کے پیچھے نہ چلیں۔ اور آخری زمانہ کے مولویوں سے جیسا کہ پیغمبر خدا ﷺ نے ڈرایا ہے ویسا ڈرتے رہیں۔ اور اُن کے فتووں کو دیکھ کر حیران نہ ہو جائیں۔ کیونکہ یہ فتویٰ کوئی نئی بات نہیں۔ اور اگر اس عاجز پر شک ہو۔ اور وہ دعویٰ جو اس عاجز نے کیا ہے اس کی صحت کی نسبت دل میں شبہ ہو تو میں ایک آسان صورت رفعِ شک کی بتلاتا ہوں۔ جس سے ایک طالب صادق انشاء اللہ مطمئن ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اوّل توبہ نصوح کر کے رات کے وقت دو رکعت نماز پڑھیں۔ جس کی پہلی رکعت میں سورہ یٰسین اور دوسری رکعت میں اکیس مرتبہ سورۂ اخلاص ہو اور پھر بعد اس کے تین سو مرتبہ درود شریف اور تین سو مرتبہ استغفار پڑھ کر خدا تعالیٰ سے یہ دُعا کریں اَے قادرِ کریم تو پوشیدہ حالات کو جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے۔ اور مقبول اور مردود اور مفتری اور صادق تیری نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ پس ہم عاجزی سے تیری جناب میں التجا کرتے ہیں کہ اس شخص کا تیرے نزدیک کہ جو مسیح موعود اور مہدی اور مجدد الوقت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیا حال ہے۔ کیا صادق ہے یا کاذب اور مقبول ہے یا مردود؟ اپنے فضل سے یہ حال رؤیا یا کشف یا الہام سے ہم پر ظاہر فرما۔ تا اگر مردود ہے تو اس کے قبول کرنے سے ہم گمراہ نہ ہوں۔ اور اگر مقبول ہے اور تیری طرف سے ہے تو اس کے انکار اور اس کی اہانت سے ہم ہلاک نہ ہو جائیں۔ ہمیں ہر ایک قسم کے فتنہ سے بچا کہ ہر ایک قوت تجھ کو ہی ہے۔ آمین۔ یہ استخارہ کم سے کم دو ہفتے کریں۔ لیکن اپنے نفس سے خالی ہو کر۔ کیونکہ جو شخص پہلے ہی بغض سے بھرا ہوا ہے اور بدظنی اس پر غالب آگئی ہے اگر وہ خواب میں اُس شخص کا حال دریافت کرنا چاہے جس کو وہ بہت ہی بُرا جانتا ہے تو شیطان آتا ہے اور موافق اُس ظلمت کے جو اس کے دل میں ہے اور پُر ظلمت خیالات اپنی طرف سے اُس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ پس اس کا پچھلا حال پہلے سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ سو اگر تو خدا تعالیٰ سے کوئی خبر دریافت کرنا چاہے تو اپنے سینہ کو بکلّی بغض و عناد سے دھو ڈال۔ اور اپنے تئیں بکلّی خالی النفس کر کے اور دونوں پہلوؤں بغض اور محبت سے الگ ہو کر اُس سے ہدایت کی روشنی مانگ کہ وہ ضرور اپنے وعدہ کے موافق اپنی طرف سے روشنی نازل کرے گا۔ جس پر نفسانی اَوہام کا کوئی دُخان نہیں ہوگا۔

سو اے حق کے طالبو! ان مولویوں کی باتوں سے فتنہ میں مت پڑو۔ اُٹھو اور کچھ مجاہدہ کر کے اس قوی اور قدیر اور علیم اور ہادیٔ مطلق سے مدد چاہو۔ اور دیکھو کہ اب میں نے یہ رُوحانی تبلیغ بھی کر دی ہے۔ آئندہ تمہیں اختیار ہے۔ (از ’’نشانِ آسمانی‘‘)

**والسلام علی من اتبع الھدیٰ**

**المبلغ—غلام احمد عفی عنہُ**

**CHAUDHVIN SADI (URDU MONTHLY)**
L-25-A DILSHAD GARDEN, DELHI - 110095 PHONE:- 2296616, 2134969
VOL - 2 ISSUE - 6,7 AUG, SEP, 2001

# احمدیت علمی رنگ میں

۱۔ اسلام ایک زندہ مذہب ہے جس کے کامل پیرؤوں کو اللہ تعالیٰ اپنی ہمکلامی کا شرف عطا فرماتا ہے۔

۲۔ اسلام کامل وحدت کا مذہب ہے جس کے پیرو سب بھائی بھائی ہیں اور کوئی شخص کسی اختلاف کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کا قائل ہے۔

۳۔ اسلام کامل وسعت کا مذہب ہے جو تمام نسل انسانی کی وحدت کو اور ہر قوم کے اندر نبیوں کے آنے کو تسلیم کرتا ہے۔

۴۔ اسلام ایک فاتح مذہب ہے جو تمام مذاہب پر غالب آئے گا اور جس کے اصول عام طور پر دنیا میں قبولیت حاصل کرتے جاتے ہیں۔

۵۔ اسلام ایک علمی مذہب ہے اور اس کے اصول اور فروع علم اور عقل کے مطابق ہیں۔

۶۔ اسلام میں اجتہاد کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے اور جو نئی ضروریات مسلمانوں کو پیش آئیں ان کا حل بذریعہ اجتہاد ہوتا رہے گا۔

۷۔ قرآن شریف شریعت اسلامی کا اصل اور غیر متبدل ماخذ ہے۔ اور مسلمانوں کی زندگی کا اصل سرچشمہ ہے۔ اور سب سے بلند تر مقام رکھتا ہے۔ حدیث قرآن کے ماتحت ہے اور فقہ یا اجتہاد دائمہ قرآن و حدیث کے ماتحت ہے۔

۸۔ قرآن شریف قیامت تک نسل کی ہدایت کا سرچشمہ ہے اس کی کوئی آیت نہ پہلے کبھی منسوخ ہوئی نہ آئندہ ہوگی۔

۹۔ قرآن شریف عظیم الشان روحانی طاقت اپنے اندر رکھتا ہے اور اپنی روحانی طاقت سے قلوب کو فتح کرتا ہے اپنی فتوحات کے لئے تلوار کا نہ یہ کبھی پہلے محتاج ہوا نہ آئندہ ہوگا۔

۱۰۔ قرآن شریف تمام مذہبی صداقتوں کا جامع ہے۔ تمام مذہبی مسائل پر اعلیٰ درجہ کی روشنی ڈالتا ہے۔ مذہبی مسائل پر نہ صرف تمام دعاوی کو اپنے اندر جمع رکھتا ہے بلکہ ہر دعویٰ کے دلائل بھی پیش کرتا ہے۔

۱۱۔ محمد رسول اللہ صلعم تمام انبیاء کے کمالات کو اپنے اندر جمع رکھتے ہیں اس لئے یہ اُمت کسی دوسرے نبی کی محتاج نہ پہلے ہوئی نہ آئندہ ہوگی۔

۱۲۔ محمد رسول اللہ ﷺ تمام نبیوں کے خاتم ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔ مجدد ہر صدی کے سر پر آتے رہیں گے تا کہ غلطیوں کو دور کر کے مسلمانوں کو سیدھی راہ پر ڈالیں اور محدّث اور اولیاء بھی ہوتے رہیں گے جن سے اللہ تعالیٰ ہمکلام ہوگا۔

☆☆☆

# احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی پانچ امتیازی خصوصیات

۱۔ تکمیل دین اور ختم نبوت پر حقیقی ایمان رکھنے والی واحد جماعت۔

جس کا بنیادی عقیدہ ہے کہ شریعت کاملہ قرآن شریف اور آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کے بعد نہ کوئی نیا نبی آئے گا اور نہ کوئی پرانا ہی نازل ہوگا۔

۲۔ اتحاد بین المسلمین کی واحد نقیب جماعت جو نہ صرف ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھتی ہے بلکہ تکفیر المسلمین سے بیزاری کا اظہار کرتی ہے۔

۳۔ مغربی دنیا میں اشاعتِ اسلام اور علوم قرآن کی اوّلین مشعل بردار جماعت۔

جس نے اگر اسلامی دنیا میں اسلامی نظریہ حیات پر ایمان کو زندہ کیا تو مغربی دنیا میں اسلام کی روشنی پھیلا کر طلوع الشمس من مغربھا کا معجز نما نظارہ دکھایا۔ اوّلین اسلامی مشن ۱۹۱۲ء میں خواجہ کمال الدین مرحوم نے انگلستان میں قائم کیا۔ برلن میں پہلی مسجد حضرت مولانا صدرالدین صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ لاہور نے ۱۹۲۴ء میں تعمیر کی۔ قرآن حکیم کا پہلا مقبول عام انگریزی باتفسیر ترجمہ ۱۹۱۷ء میں حضرت مولانا محمد علی نے شائع فرمایا۔ پھر ۱۹۳۵ء میں ڈچ اور ۱۹۴۰ء میں جرمن زبان میں قرآن کے تراجم شائع کئے اس جماعت کی طرف سے اب تک درجنوں زبانوں میں ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔

۴۔ اصلاح ملّت کی واحد داعی جماعت۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی اور حفاظت دین کا خدائی وعدہ اس بات کا متقاضی ہے۔ کہ اُمّت مسلمہ میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں جن کا وجود اسلام کی صداقت، خدا کی ہستی اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فیوض پر شہادت ہو۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ کے اپنے الفاظ میں یہ ہے "ان سب عقائد پر ایمان رکھتا ہوں، جو اہل سنت والجماعت مانتے ہیں۔ میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔"

۵۔ صحیح اسلامی جمہوریت پر قائم جماعت۔

اس جماعت کا عقیدہ ہے کہ بانی سلسلہ کی جانشین انجمن ہے نہ کہ کوئی فرد واحد۔ حضرت مجدد صد چہار دہم کی "الوصیت" کی رو سے وامرھم شوریٰ بینھم کی محکم چٹان پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جمہوری نظام کی شکل میں استوار ہے۔

☆☆☆

*Printer, Publisher, Mumtaz Alam Printed at Harsha Process & Printers H-12, Manssrover Park, Shahdra Delhi*
*Published From L/25A, Dilshad Garden, Delhi-110095, Editor Mumtaz Alam Code:011 Tell:2296616,2134969*